www.KitaboSunnat.com
اِنسانیت کا قاتل
ہندُو دَھرم
امیر حمزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنسانیت کا قاتل

ہندو دھرم

امیر حمزہ

دار الصفہ پبلیکیشنز

رابطہ: دکان نمبر 14 فرسٹ فلور کارپوریشن پلازہ 40 اردو بازار لاہور۔

نام کتاب	ہندو دھرم
تصنیف	امیر حمزہ
تاریخ اشاعت	جون 1998ء
تعداد	2 ہزار
قیمت	

انتخابِ جدید پریس ۸ ایبٹ روڈ لاہور PH : 6314365

پیش لفظ

پروفیسر حافظ محمد سعید
امیر مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

ہندو دھرم کی صحیح تصویر کشی کے لئے بہت کم لکھا گیا ہے اور جو تحریری مواد موجود بھی ہے اس میں مولفین نے عام طور پر فلسفیانہ انداز اختیار کیا ہے۔ ویسے بھی ہندو ازم ایک الجھا ہوا فلسفہ ہے۔ اور اس مذہب کے راہنما اپنے عوام کو تلقین کرتے ہیں کہ مذہب سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے بس آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کیا جائے اور بغیر دلیل کے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب میں کروڑوں خدا پوجے جاتے ہیں اور جنوں' پریوں اور توھمات سے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ ہندوازم پر آسان انداز میں لکھا جاتا۔ عام لوگ اسے سمجھتے کیونکہ ہندو رسم ورواج اور عقائد بہت حد تک مسلمانوں میں گھر کر چکے ہیں لیکن اس موضوع پر لکھنے والے ناقدین نے بھی اس ضرورت کو پورا نہیں کیا۔ الا ماشاء اللہ

زیر نظر مختصر کتاب میں محترم امیر حمزہ صاحب نے سادہ انداز میں ہندو دھرم کی تصویر کشی کی ہے۔ عام لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اپنے عقائد کی اصلاح کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ

امید کرتے ہیں کہ محترم امیر حمزہ صاحب ہندوازم کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور ایسی ایسی کتابیں اس موضوع پر لائیں گے جو برصغیر میں پھیلے ہوئے شرک اور ہندوانہ رسوم کا احاطہ کریں گی اور ہندی تصوف کی گمراہیوں سے عامۃ الناس

کو آگاہ کریں گی۔ آج جبکہ لشکر طیبہ ہندو کے خلاف میدان جہاد میں مصروف ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندو مذہب کو خصوصی طور پر ہدف بنایا جائے اور جہاد کو عقیدہ سے وابستہ کیا جائے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے موثر طریقہ یہ ہے کہ ہندو ازم کے ہر پہلو پر لکھا جائے اور تحریری طور پر دعوت کو بہت زیادہ عام کیا جائے۔ موجودہ حالات میں لوگوں کی توجہ بھی بہت زیادہ ہے۔ دعا کرتے ہیں کہ امیر حمزہ صاحب اور دوسرے احباب کو اللہ توفیق سے نوازے اور وہ اس کام کو مکمل کریں تاکہ اسلام کی دعوت کا نور برصغیر میں پھیل جائے اور جہاد کی کامیابی سے اللہ کا دین غالب ہو جائے۔

محمد سعید

جون 1998ء

فہرست

حرف مدعا

ہندو دھرم اسلام کا دشمن ہے- ہندو مسلمان کا دشمن ہے- اسلام اپنے دشمن کا ہمدرد ہے- وہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہتا ہے لیکن ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے ماننے والوں کو اپنے دشمن کی پہچان نہ کرادے چنانچہ قرآن نے اپنے مضامین میں مشرکین کا خوب تعارف کروایا ہے- اور یہ تعاف اسی لئے کروایا ہے تاکہ ہم اس سے آگاہ ہو کر اس کے ساتھ ہمدردی کریں...... قرآن کے اسی اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے- راقم نے سندھ کے علاقہ "تھر" میں ہندوؤں کے تہوار کو دیکھا- ان کے مندروں میں گیا- پنڈتوں اور بھگتوں سے ملا- ان کی کتابوں کو پڑھا اور پھر سفرنامے کی شکل میں ہندو دھرم کو صفحات پہ پیش کر دیا اب جو کوئی مسلمان کسی ہندو کے ساتھ ہمدردی یعنی اسے اسلام کی دعوت دینا چاہتا ہے تو وہ ہندو دھرم کا مطالعہ کر کے ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دے سکتا ہے- یہ کتاب پیش کر کے دعوت کا آغاز کر سکتا ہے- ہندوؤں کو ان کا چہرہ دکھلا سکتا ہے- میرا خیال یہی ہے اب اس میں کسی حد تک کامیاب ہوا ہوں- جو کامیاب ہوا ہوں وہ محض اللہ کا احسان ہے اور جو کوتاہی ہے وہ مجھ

گنہگار کی وجہ سے ہے۔ اپنے اللہ سے اس کوشش کے ذریعہ رحمت کا طلبگار ہوں۔
احباب سے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

امیر حمزہ
مدیر مجلّہ الدعوۃ
جون 1998ء
فون۔ 7312203

سندھ پاکستان کا وہ صوبہ ہے۔ جہاں ہندو بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں اور پھر سندھ میں "تھر" وہ علاقہ ہے' جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ یہ پاکستان کا سب سے بڑا ریگستانی علاقہ ہے۔ بہاولپور کے صحرائے چولستان سے بھی بڑا صحراء ہے۔ اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ اسے جنوبی جانب سے سمندر لگتا ہے تو مغربی سمت میں اس سے ہندوستان کا صوبہ راجستھان ملاقات کرتا ہے۔ میں ایک مدت سے ذہن میں پروگرام لئے پھرتا تھا کہ اس علاقے کا دورہ ضرور کروں گا۔ ہندوؤں اور ہندو مت کو قریب سے دیکھوں گا۔ اب کے ہندوؤں کا معروف تہوار "ہولی" کا دن آ گیا۔ سندھ سے احباب نے خط لکھا کہ اس موقع پر آمد ضروری ہے۔ چنانچہ میں کراچی پہنچا' وہاں سے راتوں رات اندرون سندھ جا پہنچا۔ بھائی خالد سیف صاحب اپنے دو دوستوں کے ہمراہ ہمارے منتظر تھے۔ ان میں ایک جناب پردیپ کمار ہندو تھے۔ یہ "تھر" کے رہنے والے ہیں۔ جام شورو یونیورسٹی سے انہوں نے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ ہماری جب ملاقات ہوئی تو میں نے کہا میں ہندو دھرم کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے آپ کا تعاون درکار ہے۔ پردیپ نے کہا " Most well come" اور پھر ہمارے دورے کا آغاز ہو گیا۔

سوئے تھر ہماری گاڑی رواں دواں تھی اور گفتگو بھی جاری تھی۔ میں نے پردیپ سے ان کے کاروبار کے بارے میں پوچھاتو انہوں نے بتلایا۔ چینی کے برتنوں میں جو سفید مٹی استعمال ہوتی ہے وہ ہمارے تھر میں دریافت ہوئی۔ میں الیکٹریکل انجینئر ہوں' میں نے فیصلہ کیا کہ ملازمت نہیں کروں گا۔ اپنا کاروبار ہی کروں گا۔ چنانچہ میں نے محنت مزدوری کر کے تھر کے علاقے میں سات ایکڑ زمین خریدی اور وہاں پر اس چینی مٹی کو صاف کرنے اور قابل استعمال بنانے کی فیکٹری بنا ڈالی۔ اگر آپ یہ فیکٹری دیکھنا پسند کریں تو قریب ہی ہے۔ چنانچہ اپنے راستے پر ہی چند کلو میٹر چلنے کے بعد گاڑی کا رخ موڑ دیا گیا اور چند منٹوں کے بعد ہم پردیپ کی فیکٹری میں تھے۔ انہوں نے ساری فیکٹری کا تعارف کروایا۔ اسے چالو کر کے دکھلایا' اس فیکٹری کے مختلف پلانٹ ہیں۔ مٹی دھل کر جب آخری پلانٹ سے گزرتی ہے تو سفید اور صاف شفاف ہو جاتی ہے۔ یہ مٹی ۶۴ قسم کی چیزوں میں استعمال ہوتی ہے جن میں ربڑ' برتن حتیٰ کہ میڈیسن میں استعمال ہوتی ہے۔ پردیپ نے بتلایا ہمارے لوگ لندن سے جو مٹی منگواتے ہیں' اس مٹی اور ہماری اس تیار کردہ مٹی کا فرق صرف انیس بیس کا ہے اور یہ تھوڑا سا فرق بھی ہم نکال دیں گے۔ یہ ساری فیکٹری میں نے خود ڈیزائن کی ہے' خود ہی تیار کی ہے اور اس کے پلانٹس کی ساری مشینری پاکستان سے ہی خرید کر تیار کی گئی ہے۔ میں نے پردیپ سے کہا۔ یہ دنیا دارالعمل ہے جو بھی محنت کرتا ہے اللہ اسے اس کی محنت کا پھل ضرور دیتا ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلاَّ مَا سَعٰی ۞ (النجم—39)

انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی۔

یہ انسان ہندو ہو' مسلمان ہو یا کسی بھی دھرم سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ محنت کرے گا اللہ اسے رزق دیتا ہے۔ پھر میں نے حضرت ابراہیم علیہ االسلام کی

دعا کا ذکر کیا کہ مکہ اور اہل مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ لسلام نے دعا کی۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۞ (البقرہ -126)

میرے پرور دگار اس جگہ (مکہ) کو امن والا شہر بنا دے اور اس کے باسیوں میں سے جو (تیرے) اللہ کے ساتھ اور قیامت کے دن کے ساتھ ایمان لائیں انہیں رزق عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی دعا کو قبول فرمایا۔ مکہ کو امن والا شہر بنا دیا اس کے باسیوں کو رزق بھی عطا فرما دیا' مگر رزق دینے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو صرف ایمانداروں کی بات کی تھی اللہ نے رزق کے بارے میں اس استثناء کو نہیں مانا اور فرمایا!

وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۞ (البقرہ 126)

ہاں------- جس نے کفر کیا میں اسے بھی چند روز تک فائدہ اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف کھینچ لاؤں گا۔

یعنی دنیا کا جو رزق ہے' اس میں کافر اور مومن کا کوئی امتیاز نہیں۔ سب ہماری مخلوق ہیں۔ رزق سب کو ملے گا' البتہ کافر کے لئے یہ دنیا ہی دنیا ہے' آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ تو جناب پردیپ صاحب! ہمارا قرآن ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی کی معاشی خوشحالی پر حسد مت کرو' بلکہ خود محنت کرو اور اللہ سب کا رب ہے۔ وہ ہر محنت کار کو اس کی محنت کا پھل دیتا ہے۔ جب کہ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں معاشی حسد جاری ہے۔ اگر ایشیائی لوگ برطانیہ میں خوشحال ہیں تو برطانیہ کے ہی کئی لوگ حسد کرتے ہیں کہ یہ ایشیا سے آکر ہم سے زیادہ خوشحال ہو گئے۔ اسی طرح انڈیا کے بعض علاقوں میں جہاں کہیں مسلمان تاجر خوشحال ہو گئے تو ہندوؤں نے حسد میں آکر فسادات کر کے خوشحالوں کا مال لوٹ کر انہیں کنگال کر دیا یا خود ہمارے پاکستان میں

بعض جگہوں پر بعض مقامی لوگ حسد میں مبتلا ہو گئے کہ دوسرے صوبوں سے آنے والے امیر اور خوشحال ہو گئے' جب کہ ہم مقامی ہیں اور وہیں کے وہیں ہیں۔ تو ایسے حسد سے ہمارا اسلام بری الذمہ ہے۔ مجھے آپ کی فیکٹری دیکھ کر خوشی ہوئی ہے۔

فیکٹری سے نکلے 'کچھ دیر بعد ہماری گاڑی تھر کے وسیع و عریض ریگستان میں ریت کے ٹیلوں پر اوپر نیچے ہو کر چلی جا رہی تھی۔ دو گھنٹے صحراء میں چلنے کے بعد "تھر" کا مرکزی شہر "مٹھی" آ گیا۔

رات ہم نے "پربیت کمار" کے گھر میں گزاری۔ کھانے کی بات چلی اور پربیت نے کہا کہ اگر آپ ہمارا کھانا پسند نہ کریں تو ہم کسی مسلمان کے ہاں سے کھانا تیار کروا کر پیش کر دیں گے اور اگر ہمارے گھر سے کھائیں تو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو گا۔ میں نے کہا! گوشت نہ ہو باقی سبزی' دال جو بھی ہو ہم آپ کے گھر سے ہی کھائیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کے ہی مہمان ہیں اور ہمارا دین ہمیں آپ کا کھانا کھانے کی اجازت دیتا ہے۔

چھوت' چھات اور جوٹھ میٹھ کے ہم قائل نہیں۔ یہ ہندو مت کا طرہ امتیاز ہے جیساکہ چودھری افضل حق صاحب اپنی کتاب "مسلمان اور چھوت" میں رقمطراز ہوتے ہوئے اپنا واقعہ لکھتے ہیں۔

ہندو حلوائی اس خیال سے کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے وہ پلید نہ ہو جائیں۔ مسلمان خریداروں سے اپنے ہاتھ سے پیسے بھی نہیں لیتے تھے۔ اس غرض سے وہ لکڑی کی ایک ڈوئی استعمال کرتے تھے۔ اس کا دستہ خود حلوائی تھام لیتا تھا اور مسلمان سے کہتا کہ وہ اس کے پیالے میں پیسے ڈال دے۔ یہ لکڑی کی ڈوئی وہ اس لئے استعمال کرتا تھا کہ ہندو کا خیال تھا کہ مسلمان کی چھوئی ہوئی لکڑی کو ہاتھ لگانے سے وہ بھرشٹ (ناپاک) نہیں ہوتا۔ اس طرح ہندو پلید ہونے سے بچ جاتا ہے۔ جب میں اس ڈوئی کے

پیالے سے پیسے ڈال رہا تھا تو بد قسمتی سے دوکاندار کو میرا ہاتھ لگ گیا۔ اس سے ہندو دوکاندار لال بھبھوکا ہو گیا۔ اس نے ایک ہی سانس میں کئی گالیاں سنا ڈالیں۔ ایک ساعت کے لئے میں بالکل بھونچکا ہو کر رہ گیا اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ بعد ازاں وہاں سے چلا اور زندگی کے کئی سالوں تک میں کسی ہندو کی دوکان پر نہ گیا۔

اس کے برعکس--- اسلام ایسا فطری اور فراخ دین ہے کہ وہ کافروں کے اس برتن کو بھی دھونے کے بعد استعمال کی اجازت دیتا ہے کہ جن برتنوں میں کفار شراب کشید کرتے ہوں یا خنزیر پکاتے ہوں۔ "ابو داؤد اور مسند احمد" میں ہے کہ بعض لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا! ہمارا علاقہ اہل کتاب کا علاقہ ہے۔ وہ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کا کیا کریں؟...... اس پر آپؐ نے فرمایا!

اگر تمہیں کوئی دوسرے برتن نہ ملیں تو انہی کو پانی سے دھو لو اور ان کی ہانڈیوں میں سالن پکاؤ اور برتن میں پانی پیو۔ (صحیح ابو داؤد۔ صحیح ترمذی)

تو جناب والا! یہ ہے ہمارا فراخ دل دین ---------- بہرحال ہمارے ہندو میزبان بھی عام ہندوؤں جیسے متعصب نہ تھے۔ ان کی پوری قوم کا رویہ خود ان کے ذہنوں میں کھٹکتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ ہیں ہندو اور ہندو سماج میں رہتے ہیں۔ لہٰذا ایک چلن ہے' جو چل رہا ہے۔ پردیپ کا بھائی "کھاتاؤ جانی" اب انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پہ سجا کر ہمیں دعوت دے رہا تھا۔ یہ پڑھا لکھا نوجوان سندھی اخبار "کاوش" کا ڈسٹرکٹ رپورٹر ہے۔ وہ دسترخوان پہ بیٹھا اور کہہ رہا تھا' یہ جو اونچ نیچ اور ذاتیں بنا رکھی ہیں میرا دل ان کو نہیں مانتا۔ میں نے ایک دن اپنے برہمن پنڈت جوشی سے پوچھا کہ پنڈت صاحب ! ہمارے دیوتا کرشن بھگوان نے اونچ نیچ کے خلاف جدو جہد کی تھی جب کہ ہماری مقدس کتاب گیتا میں اونچ نیچ کو دھرم بتایا گیا

ہے تو یہ تضاد کیوں ہے۔ مگر میرے اس سوال کا ہمارا پنڈت کوئی جواب نہ دے سکا۔ میں نے مزید کہا! ارے یہ کیا بات ہوئی کہ ایک نیچ قوم کا شخص شودر جنگل سے شہد نچوڑ کر لاتا ہے وہ شہد اس کے ہاتھوں سے نچڑ کر آتا ہے۔ اسے ہم سب خریدتے ہیں اور پھر اسی شودر کو اپنے گھر میں' اپنے مندر میں' اپنے دسترخوان کے قریب نہیں آنے دیتے کہ ہم بھرشٹ ہو جائیں گے؟ ہمارے کھانے بھرشٹ ہو جائیں تو یہ غیر فطری اور غیر عقلی سی بات لگتی ہے۔ دل اس کو نہیں مانتا تو پنڈت صاحب میری اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ غرض دل تو نہیں مانتا مگر ہم لوگ یہ سارے کام کئے بھی چلے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مختلف ادوار میں ہمارے پنڈتوں نے مذہبی کتابوں میں اپنے مفادات کے مطابق تبدیلیاں کی ہیں۔ اب کیا کیا ہوتا چلا آیا ہے۔ بھگوان ہی جانتا ہے۔ جب کہ ان چیزوں کو ہمارا دل نہیں مانتا---------- تو جناب ایسے لوگ تھے ہمارے میزبان کہ جن کے دستر خوان پر بیٹھے ہم کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا کھانے کا فیصلہ کرتے ہوئے میرے سامنے اپنے پیارے رسول ﷺ کا رویہ تھا۔ آپؐ کی سیرت طیبہ تھی اور وہ ہمیں اجازت دے رہی تھی کہ ہم ان کا پکا ہوا کھانا کھا لیں---------- اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کا تو ذبیحہ بھی جائز ہے۔ ان کی عورتوں سے نکاح بھی جائز ہے۔ لا محالہ جب نکاح ہی ہو گیا تو نکاح کے مقابلے میں کھانا وغیرہ تو معمولی باتیں رہ جاتی ہیں۔ باقی رہے غیر اہل کتاب یعنی مجوسی' ہندو اور بدھ مت وغیرہ تو ان کا ذبیحہ جائز نہیں۔ البتہ ان کے عام پکے ہوئے کھانے کھانے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی پرورش عبدالمطلب نے کی اور پھر ابو طالب نے کی جو ایمان نہیں لائے تھے حتی کہ نبوت ملنے کے بعد بھی آپ ﷺ جناب ابو طالب کے گھر آتے جاتے رہے۔ ان کی پناہ میں رہے' لا محالہ کھانے بھی کھاتے رہے'

شعب ابی طالب میں محصور رہے تو وہاں بھی بنو ہاشم اکٹھے کھاتے پیتے رہے۔ اسی طرح جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپؐ مدینہ منورہ سے جہادی دستے لے کر نکلتے۔ مشرکوں پر یلغاریں کرتے۔ اس دوران مشرکین کے برتنوں میں کھاتے پیتے۔ ابو داؤد کی صحیح حدیث ہے۔ نیز مسند احمد اور ابن ابی شیبہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں نکلا کرتے تھے۔ اس دوران مشرکین کے کھانے پینے کے برتن ہمارے ہاتھ لگتے' ہم ان سے فائدہ اٹھاتے اور نبی ﷺ ہمیں کچھ نہیں کہتے تھے۔ اسی طرح "صحیح بخاری کتاب التیمم) میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک جہادی سفر میں تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ مجاہدین پیاس پیاس کرنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پڑاؤ کیا اور دو صحابہؓ کو پانی کے لئے بھیجا۔ وہ دونوں پانی کی تلاش میں نکلے تو ایک جگہ ایک عورت کو پایا کہ وہ اونٹ پر سوار ہے اور اس کے آگے پیچھے پانی کی دو مشکیں رکھی ہوئی ہیں۔ صحابہؓ رضی اللہ عنہ نے پوچھا! یہاں سے پانی کتنا دور ہے؟ تو عورت نے کہا میں کل اسی وقت یہاں سے چلی تھی۔ میرے باقی لوگ پیچھے آ رہے ہیں۔ صحابہؓ نے اسے کہا ہمارے ساتھ چل۔اس نے کہا! کہاں؟ صحابہؓ نے کہا اللہ کے رسول کی طرف۔ اس نے کہا! وہی جس نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا! ہاں جیسے تیرا خیال ؟ پھر وہ چل پڑی اور یہ تین کا قافلہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آگیا۔ آپؐ نے حکم دیا اور اونٹ کو بٹھایا گیا۔ عورت اتر کر ایک جانب کھڑی ہو گئی۔ پانی کی دونوں مشکیں اتار لی گئیں۔ مجاہدین میں اعلان کر دیا گیا کہ پانی آگیا لہٰذا پیو اور پلاؤ' سب نے پانی پیا جانوروں کو پلایا' جسے نہانے کی ضرورت تھی وہ نہایا' وضو بھی کیا۔ عورت کھڑی ہو کر دیکھتی رہی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ بہر حال اس کا پانی خوب استعمال ہوا مگر مشکیں ابھی تک بھری کی بھری تھیں۔ آپؐ نے

ان مشکوں کو اونٹ پر رکھوا دیا۔ صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ فنڈ جمع کرو۔ چنانچہ مجاہد صحابہؓ نے اپنے جہادی سفر کے توشے سے عرب کی اعلی کھجوریں عجوہ، ستو اور آٹا اکٹھا کر کے ایک کپڑے میں باندھا اور اسے بھی اونٹ پر رکھ دیا، عورت کو بھی اونٹ پر بٹھا دیا۔ عورت کے احسان کا یہ بدلہ چکا کر آپؐ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا!

"کیا تجھے معلوم ہے ہم نے تیرے پانی سے کچھ بھی نہیں لیا۔ لیکن وہ اللہ ہے جس نے ہمیں پانی پلایا"

اس کے بعد عورت اپنے گھر کو روانہ ہو گئی۔ الغرض------------ یہ حدیث میرے سامنے تھی۔ وہ عورت بھی مشرکہ۔ مگر اس کا بھرا ہوا پانی۔ اس کی مشکوں سے لے کر اللہ کے رسول ﷺ نے استعمال کیا۔ اسے پیا، وضو کیا، صحابہؓ نہائے، اور اس عورت کے ساتھ حسن سلوک بھی کیا۔ تو جناب ہم بھی اپنے رسول ﷺ کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے۔ پردیپ کے دستر خوان سے کھانا کھا رہے تھے۔ تھر کے کھانے تھے۔ انواع و اقسام کے، تھوڑے وقت میں اتنا اچھا کھانا کھلا کر پردیپ صاحب نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا تھا۔

ہولی کا دن

صبح بیدار ہوئے تو مارچ ۹۷ء کی چوبیس تاریخ تھی۔ ہم جامع مسجد اہلحدیث میں چلے گئے۔ نماز فجر ادا کی اور پھر واپس پردیپ کے گھر میں آ گئے۔ آج ہندوؤں کے مقدس تہوار "ہولی" کا دن ہے۔

"ہولی" کیا ہے ؟ کیوں منائی جاتی ہے؟ میرے اس سوال پر مجھے بتلایا گیا۔ ایک راجہ تھا۔ جس کا نام ہرناکش تھا۔ یہ اپنی پوجا کرواتا تھا اور پرجا (عوام) اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کی رعایا میں ایک شخص جس کا نام "پہلاک"

تھا۔ اسے یہ پوجا اچھی نہ لگتی تھی۔ پہلاک ایک دن بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کا گزر کمہار کے آوے پر سے ہوا۔ کمہار اس آوے کو پکنے کے بعد کھول رہا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آوے کے اندر سے ایک گھڑے میں سے بلی کے بچے نکلے اور یہ بالکل سلامت تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سب لوگ حیران ہو رہے تھے۔ ہوا یوں کہ بلی نے یہاں بچے دے دیئے اور کمہار نے اسی طرح آوے کو بند کر کے آگ لگا دی۔ اب یہ بچے محفوظ تھے۔ لوگوں نے کہا! یہ ہرناکش کا کام ہے۔ جس نے اپنی رعایا کو محفوظ رکھا۔ بلی کے بچوں کو بھی آگ سے بچا لیا۔ مگر پہلاک بولا! یہ کام صرف "ایشور" کا ہے اور پھر پہلاک نے "ایشور" کی عظمت اور قوت کا وعظ کرنا شروع کر دیا۔ اس کی خبر جب ہرناکش کو ملی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔ چنانچہ اس کے اور پہلاک کے درمیان کئی مناظرے ہوئے۔ مگر پہلاک جیت گیا اس پر ہرناکش اور زیادہ سیخ پا ہو گیا اور اس نے اپنے آدمیوں کے ساتھ پہلاک کو بھیجا اور کہا کہ اسے سمندر میں ڈبو کے آ جاؤ۔ اب یہ لوگ پہلاک کو سمندر کے کنارے لے گئے۔ کشتی میں سوار کیا اور ساحل سے دور لے گئے۔ وہاں اس کو دھکا دینے لگے تو کشتی الٹ گئی سارے لوگ مر گئے۔ مگر ایشور (اللہ) کی بھگتی (عبادت) کرنے والا پہلاک "بھگت" سلامت واپس آ گیا۔ بادشاہ کو جب پتہ چلا تو وہ اور زیادہ غضبناک ہوا۔ اب اس نے اپنے لوگوں کے ساتھ پھر پہلاک کو بھیجا اور کہا کہ پہاڑ کے اوپر لے جا کر اسے دھکا دے دو۔ جب وہ دھکا دینے لگے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ سارے لوگ نیچے گر کر مر گئے اور پہلاک زندہ سلامت پھر واپس آ گیا۔ اس کے بعد آگ کا الاؤ تیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا' لکڑیاں اکٹھی کی گئیں اور الاؤ جلا کر تیار کر دیا گیا(اب مسئلہ یہ تھا کہ پہلاک کو کون الاؤ میں لے کر جائے۔ چنانچہ ایک عورت جو پہلاک کی پھوپھی تھی اس کا نام "ہولکا" تھا۔ وہ پہلاک کو لے کر آگ میں چلی گئی اور پہلاک کو گود میں لے کر بیٹھ

گئی۔ مگر ہولکا جل گئی اور پہلاک پھر بچ گیا۔ ادھر ہرناکش کے سپاہی الاؤ کے گرد بھالے لئے کھڑے تھے۔ کہ پہلاک بھاگ نہ جائے۔ مگر پہلاک تو اندر سلامت تھا۔ اسے آگ نے کچھ بھی نہ کہا۔

پہلاک کاواقعہ تو حضرات ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے

یہ ہے "ہولی" کا پس منظر مگر یہ واقعہ.......... تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے۔ ممکن ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا ہی واقعہ ہو۔ جو قرآن میں بیان ہوا اور ہندوؤں میں اس واقعہ کو توڑ مروڑ دیا گیا ہو۔ جیسا کہ ہم نے مولانا صفی الرحمن مبارک پوری کی کتاب میں پنڈت وید پرکاش کی تحقیق دی ہے کہ ویدوں کے مطابق ہندوؤں کو جس آخری "کلکی اوتار" (رسول) کا انتظار ہے۔ وہ محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ویدوں میں اس آخری کلکی اوتار کے جتنے بھی اوصاف ہیں وہ سارے کے سارے حضرت محمد ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا واقعہ کہ جس میں توحید کا رنگ جھلکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا واقعہ لگتا ہے۔ جو جد الانبیاء ہیں۔ جنھوں نے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا۔ نمرود جو کہ اپنی پوجا کروایا کرتا تھا اس کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا مناظرہ بھی ہوا۔ قرآن میں اس مناظرے کا تذکرہ یوں ہے۔

الم ترَ اِلی الَّذِی حَآجَّ اِبرَاهِیمَ فِی رَبِّهٖ ان اٰتٰهُ اللّٰه الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبرَاهِیمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحیٖ وَاُمِیتُ قَالَ اِبرَاهِیمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (البقرہ۔ 258)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا (مناظرہ) کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہت عطا فرمائی ہوئی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا! میرا رب تو وہ ہے جو زندہ

کرتا ہے اور مارتا ہے تو اس پر نمرود کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس پر ابراہیم علیہ اسلام نے کہا جہاں تک اللہ کا تعلق ہے وہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ چنانچہ تو اسے مغرب سے طلوع کردے۔

فبهت الذي كفر ۞

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال سن کر کافر (نمرود) مبہوت ہوکر رہ گیا۔ پریشان ہوگیا۔ مگر ایمان پھر بھی نہ لایا۔ کیونکہ وہ ظالم تھا اور اللہ فرماتے ہیں۔

والله لا يهدي القوم الظالمين ۞

اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

غرض سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود راجہ کو مناظرے میں ناکام کردیا۔ نمرود راجہ آگ بگولا ہوگیا مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام دعوت توحید کا کام کرتے رہے حتی کہ ایک روز ان کی قوم کے لوگ تیرتھ (میلے) میں جانے لگے تو سیدنا ابراہیم کو بھی دعوت دی۔ آپ نے جانے سے انکار کردیا۔ مگر ان کے پیچھے ان کی بھگت گاہ (عبادت خانے) میں داخل ہوئے۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ان کے بھگوانوں کی مورتیوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے پڑے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں مخاطب کرکے کہتے ہیں۔

الا تأكلون ۞

ارے تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟

جب کوئی جواب نہ آیا تو بولے

ما لكم لا تنطقون ۞

تمہیں کیا ہوا ہے بولتے (جواب دیتے) کیوں نہیں ہو؟

جب کوئی جواب نہ آیا .... تو!

فراغ عليهم ضربا باليمين ۞ (الصافات-93)

دائیں ہاتھ کے ساتھ مارتے ہوئے ان پہ پل پڑے
مقصد یہ تھا کہ جب وہ اپنے ان معبودوں کی یہ درگت اور حشر دیکھیں گے تو

لعلھم الیہِ یرجعون ۞ (الانبیاء – 58)

ممکن ہے وہ توحید کی طرف پلٹ جائیں۔
اب جب انہوں نے اپنے مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کی یہ درگت بنی دیکھی تو کہنے لگے۔

من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین ۞(الانبیاء-95)

ہمارے بزرگوں کے ساتھ ایسا کس نے کیا بلاشبہ وہ بڑا ظالم ہے۔
اب ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ ایسا کس نے کیا۔ آخر کار کہنے لگے۔

سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم۞ (الانبیاء 60)

ایک نوجوان کو ہم نے سنا ہے وہ ان کا تذکرہ کرتا رہتا ہے' اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

اب جونہی ابراہیم علیہ السلام کا نام سامنے آیا تو سب نے کہا..... وہی ہوگا اور پھر کہا کہ اسے سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ اسے دیکھیں چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا اور سارے مجمع میں ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا جاتا ہے۔

أ أنت فعلت ھذا بِالِھتِنا یا اِبرَاھِیمُ۞ (الانبیاء -62)

اے ابراہیم! ہمارے بزرگوں کا یہ حشر کیا تو نے ہی کیا؟

قال بَل فَعَلَہٗ کَبِیرُھُمْ ھذَا فَسئَلُوھُم اِن کَانُوا یَنطِقُونَ۞ (الانبیاء 63)

آپ نے جواب دیا ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے۔ لہٰذا ان سے پوچھو اگر یہ بتلا سکتے ہیں تو؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب سن کر وہ شرمندہ ہوگئے اور دل ہی دل میں اپنے آپ سے ملامت کرنے لگے کہ ظالم ابراہیم تو نہیں' ظالم تو ہم ہیں

جو ان کی پوجا کرتے ہیں اور یہ جو ہماری مشکلیں حال کرنے والے ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں بتلاسکتے کہ انہیں مارا کس نے ہے؟ اور پھر آخرکار سرجھکا کہنے لگے!

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ۝ (الانبیاء–65)

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ نہیں بولتے۔

اب غور فرمایئے! اہل شرک کی آنکھیں نیچی ہیں اور سرجھکے ہوئے ہیں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اب ان پر یوں چڑھائی کرتے ہیں!

أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝(الانبیاء 66-67)

کیا پھر اللہ کو چھوڑ کر تم ان کی بندگی کرتے ہو کہ جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ تمہارا نقصان کر سکتے ہیں۔ پھٹکار ہے تمہارے لئے اور ان چیزوں کے لئے کہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی عقل بھی نہیں؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام دلیل کا میدان مار چکے تھے۔ جب کہ مشرکین عراق کے پاس دلیل کے مقابلے میں تقلید تھی انہوں نے صاف کہا کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ان کی پرستش کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی کر رہے ہیں۔ یعنی یہ لوگ بزرگوں کی لکیر کے فقیر تھے اور اسی کا نام تقلید ہے اور یہ تقلید ابراہیم علیہ اسلام کی دلیل کے سامنے چاروں شانے چت ہو چکی تھی۔ آسمان کے چمکتے دیوتاؤں کی بے بسی کے بعد زمین پر رہنے والے بزرگوں کی پتھری تصاویر کی بے بسی ثابت ہو چکی تھی۔ تو اب جب ان عراقی مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہ رہی تو انہوں نے کہا۔

قَالُوا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۝ (الانبیاء 68)

کہنے لگے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو اسے جلا ڈالو اور اپنے مشکل کشاؤں کی مدد کرو۔

قارئین کرام! یہ تھا اندھی شرکیہ تقلید کا نتیجہ کہ جن بزرگوں کی پتھری تصاویر کے سامنے وہ اپنی حاجتیں پیش کرتے تھے۔ اپنی مشکلات ان کے سامنے رکھتے تھے۔ اب جب وہ ایک موحد کے ہاتھوں برباد ہو چکے تھے تو بجائے اس کے کہ ان کے پجاری عقل کے ناخن لیتے اور ان کی بربادی سے سبق حاصل کر کے ابراہیم علیہ السلام کی بات مانتے۔ وہ اس کے برعکس اب یہ کہہ رہے ہیں کہ لوگو! اپنے ان برباد شدہ بزرگوں کی مدد اور مشکل کشاؤں کی مشکل کشائی کے لئے آگے بڑھو۔ یہ خود تو اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام کا کچھ بگاڑ سکے۔ لہٰذا خود ہی آگے بڑھو اور ان دیوتاؤں کا بدلہ لینے کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو جلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے آگ کا الاؤ جلا کر اللہ کے موحد بندے کو اس کی نذر کر دیا۔ یہ آگ میں پھینک رہے تھے اور ادھر آگ کا خالق اپنی مخلوق کو حکم دے رہا تھا۔

يَا نَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّسَلاَمًا عَلَى اِبْرَاهِيمَ۝ (الانبیاء 69)

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور خوشگوار بن جا۔

یعنی ٹھنڈی اس قدر نہ ہو جانا کہ میرے خلیل کو رضائی اور لحاف کی ضرورت پڑ جائے۔ بلکہ خوشگوار بن جا.................. بہار کا نشاط انگیز جھونکا بن جا۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ شاہ عراق نمرود اور اس کی مشرک قوم ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کے گلزار بننے کے منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتی۔ مگر یہ لوگ شرک پر ہی ڈٹے رہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہؓ کے ساتھ یہاں سے نکلے اور سرزمین شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔

اے ہندو! کہلانے والو! اللہ کے بندو! ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اس لئے آپ کو بتایا ہے کہ ذرا دیکھو کہ پہلاک بھگت اور ہرنا کش کا واقعہ حضرت ابراہیم اور نمرود کے واقعہ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔

اس واقعہ سے تو تمہیں توحید کا درس لینا چاہئے تھا جیساکہ اپنی وید کا یہ توحیدی اشلوک آج بھی تم گاتے ہو! "اوم نمو اوم سوائے" ایک اللہ کے سامنے جھکو اس کے سوا کسی کے سامنے مت جھکو۔

اب پہلاک بھگت نے تو مشرکوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا وہ صرف ایشور کی بھگتی کرتا تھا اور ہمیں یہ معلوم ہے۔ تمہارے مندروں اور بت خانوں میں ایشور کی مورتی کہیں نہیں ہے۔ یعنی جسے ہم اللہ کہتے ہیں اس اللہ کو تم لوگ "ایشور" کہتے ہو اور پہلاک بھگت اسی ایشور ہی کا تو بھگت تھا۔ مگر پنڈتوں نے تم پر ظلم یہ کیا کہ پہلاک کی ہی پوجا پر لگا دیا' اسے بھگوان دیوتا بنا لیا اور ان پنڈتوں نے ایسی مت مار دی کہ آج ہولی کے دن سویرے سویرے تم نے آگ کا الاؤ روشن کیا۔ کئی دنوں سے تم لکڑیاں اکٹھی کر رہے تھے۔ اب وہ آگ کا الاؤ روشن کر کے تم ارد گرد بھالے لے کر کھڑے ہو جاتے ہو کہ پہلاک بھاگ نہ جائے۔ تو ذرا بتلاؤ اس طرز عمل سے تمہاری سنگت و محبت پہلاک بھگت سے ظاہر ہوتی ہے یا ہرناکش سے؟ اس طرز عمل سے تم ہرناکش کے سنگی و ساتھی نظر آتے ہو یا پہلاک کے کہ جو بھالے لے کر کھڑے ہو اور پہلاک کو آگ سے بھاگنے کا راستہ نہیں دے رہے ہو؟ اور پھر ہولی کو ہولکا کے نام سے منا رہے ہو۔ غرض پھر ڈھول کی تھاپ ہے۔ ڈانس ہے' انڈیا میں مخلوط رقص ہے۔

جبکہ میں تو تھر کے شہر مٹھی میں ہوں۔ پردیپ کی بیٹھک سے باہر نکلا۔ ہندو دوست اور مسلمان احباب میرے ساتھ ہیں۔ ہم مٹھی کی گلیاں گھومے' بازار پھرے' مندروں میں گئے۔ ہر سو لال رنگ ہی دکھائی دیتا تھا۔ نالیوں میں لال رنگ' گلیوں میں لال رنگ' مندروں کے فرشوں پر لال رنگ' ہندوؤں کے کپڑوں پر لال رنگ' سروں پر لال رنگ' بالٹیوں میں لال رنگ' بچے لال رنگ کی پچکاریاں ایک دوسرے پر پھینک رہے ہیں۔ بالٹیاں ایک

دوسرے پر بہا کر لالو لال کر کے ہولی منائی جا رہی ہے۔ ہمارے ہندو ساتھیوں کو نہیں چھوڑا گیا۔ وہ لال رنگ سے بچنا چاہتے تھے مگر یہاں کون چھوڑتا ہے۔ پردیپ کو بھی ہمارے درمیان سے نکل کر لالو لال کر دیا گیا۔ پردیپ کہہ رہا تھا میں کئی سالوں کے بعد آج لالو لال ہوا ہوں۔ میں نے کہا تمہاری سنگت کا شکریہ جو ہمارے لئے تمہیں لالوں لال ہونا پڑا۔ آج شہر بند ہے۔ بس ایک ہی کام ہے اور وہ ہے لال رنگ کا پھینکنا۔ نوجوانوں کے غول گلیوں' بازاروں میں پھر رہے ہیں۔ طرح طرح کے رنگوں میں رنگے ہوئے ہیں۔ لال رنگ سب پر غالب ہے۔ سرخ رنگ کا آج غلبہ ہے۔

خون کا رنگ بھی تو سرخ ہے

ہولی کے یہ لال اور سرخ مناظر دیکھ کر مجھے انڈیا کی ہولناک ہولی یاد آنے لگی۔ مگر یہ میرے سامنے تو پاکستان میں منائی جانے والی ہولی ہے۔ یہ تو پر امن ہے۔ مٹھی میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔ مگر ہے تو پاکستان۔ تو پاکستان کی ہولی پر امن ہے۔ انڈیا کی ہولی کیسی ہوتی ہو گی کہ جہاں مسلمان کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی جاتی ہے۔ صرف ہولی کے دن نہیں بلکہ آئے روز ہولیاں منائی جاتی ہیں۔ جنہیں ہم معمولی کی بات سمجھتے ہیں اور ان ہولیوں کو ہندو مسلم فسادات قرار دیتے ہیں۔ آئیے! ذرا ایک نظر دیکھیں کہ پاکستان میں ہمارا ہندو اقلیت کے ساتھ طرز عمل کیسا ہے؟ ہمارا دین جو اسلام ہے ہمیں ان کے ساتھ کیسے طرز عمل کا سبق دیتا ہے۔ اور پھر دیکھیں کہ ہندو کا دین انہیں غیر ہندوؤں کے ساتھ کیسے طرز عمل کا سبق دیتا ہے اور انڈیا میں مسلمان جو اقلیت بن کر رہ رہے ہیں ان کے ساتھ ہندو کیا طرز عمل اختیار کرتا ہے؟

ہمارا طرز عمل

قرآن اپنے ماننے والوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے!

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ8)

(کافروں میں سے) جو لوگ دین پر تم سے نہیں لڑتے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا کیونکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مثال کے طور پر پاکستان میں رہنے والے ہندو جو آرام سے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں۔ کاروبار کر رہے ہیں' وہ یہاں مسلمانوں کے ملک میں اقلیت میں ہیں۔ انڈیا کی دہشت گرد تنظیمیں شیوسینا وغیرہ کے ایجنٹ نہیں ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ ہمارا دین بھلائی کی تلقین کرتا ہے۔ اور انصاف کی بات کر کے یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر کوئی ہندو تمہارے دشمنوں کی ایجنٹی کا کام کرے بھی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی سزا سارے ہندوؤں کو دے ڈالو بلکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سزا اسی کو ملے جو جرم کا مرتکب ہے۔

مشرکین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک جھلک صحیح بخاری کی اس حدیث سے ملاحظہ کیجئے۔ جسے ہم بیان کر چکے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکہ عورت کا پانی جو استعمال کیا تو پانی بھی اللہ نے پورا کر دیا مگر حسن سلوک یہ ہے کہ مجاہدین اپنا توشہ اکٹھا کر کے اس کے حوالے کر رہے ہیں۔ مزید یہ کہ جب وہ اپنے گھر پہنچی تو گھر والوں نے پوچھا تو لیٹ کیوں ہو گئی ؟ تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا اللہ کی قسم! دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے یا تو یہ شخص "محمد" زمین و آسمان میں سب سے بڑا جادو گر ہے یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ غرض مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین معرکے ہوتے رہے' مسلمان چھاپہ مار لڑائی لڑتے رہے' مگر اس عورت کے علاقے میں انہوں نے

کبھی نہیں چھاپہ مارا۔ اس بات سے متاثر ہو کر ایک روز وہ عورت اپنی قوم کو کہنے لگی۔ یہ مسلمان تم پر قصداً چھاپہ نہیں مارتے لہٰذا اگر تم اسلام میں بہتری پاتے ہو تو اسلام کو قبول کر لو۔ چنانچہ یہ سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔

غور فرمایئے! اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہؓ جنگ کے میدانوں میں بھی کسی مشرک اکیلی عورت کو کیسا تحفظ دیتے ہیں۔ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور محض پانی ملنے کی وجہ سے اس کی قوم پر بھی رحم کھاتے ہیں۔ یاد رہے یہ حسن سلوک اس جگہ ہے جہاں چھاپہ مار لڑائیاں ہوتی ہیں۔ جب کہ جو کفار مسلمانوں کے ملک میں رہ رہے ہوں' اسلام نے انہیں ذمی قرار دیا ہے۔ یعنی ان کے جان مال اور عزت و آبرو کا ذمہ مسلمان حکومت پر ہے۔ اس ذمہ کے بدلے ان سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ اور یہ جزیہ بھی جیسا کہ ترمذی میں اللہ کے نبیؐ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب آپ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا تو یہ جزیہ بالغ مردوں سے لیا جاتا تھا۔ عورتوں اور بچوں سے نہیں لیا جاتا تھا۔ اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں کو ہدایت فرمائی کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو صرف اللہ کی عبادت کے لئے وقف کر لیا انہیں کچھ نہ کہو نہ انہیں مارو نہ ہی ان سے جزیہ لو۔۔۔۔ حضرت فارق اعظم رضی اللہ عنہ جو کافروں کے بارے میں بڑے سخت تھے۔ اپنی کافر رعایا کے بارے میں انکا انتہائی نرم اور گداز انداز ملاحظہ فرمایئے!

کہ آپؓ ایک بار ایک محلّہ میں سے گزر رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں ایک بوڑھا شخص ایک دروازے پر بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے کہا میں یہودی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ وہاں سے اسے کچھ دے دلا کر بیت المال کے انچارج کے حوالے کر دیا اور فرمایا! اسے دیکھو کیا ہمارا اس کے ساتھ انصاف

ہے؟ کہ جب یہ جوان تھا تو ہم اس سے جزیہ لیتے تھے اور اب بوڑھا ہو گیا تو ہم نے اسے بھلا دیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اہل ذمہ یعنی غیر مسلموں کو مسلمانوں کے بیت المال سے وظائف دیئے اور مستقل وظائف مقرر کئے اور تمام مسلمان علاقوں میں اس فرمان کو جاری کر دیا۔

اسی طرح "اولیات الفاروق السیاسیتہ" کے مصنف عبدالکافی نے دلائل کے ساتھ لکھتے ہوئے یہ بھی کہا کہ فاروق اعظمؓ نے نہ صرف کمزور کفار کا جزیہ معاف کر دیا بلکہ ان کے وظائف جاری کر دیئے۔ یہ ہے قرآن' صاحب قرآن محمد ﷺ اور ہمارے خلفاء کا کفار کے ساتھ طرز عمل اور یہی وہ طرز عمل ہے جس کے ہم مسلمان پابند ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے! جب سے پاکستان بنا پاکستان میں ایک بھی ہندو مسلم فساد نہیں ہوا۔ تھر میں ہندو اکثریت میں ہیں۔ وہ پر امن ہیں' سندھ کے باقی علاقوں میں وہ اقلیت میں ہیں تو تب بھی پر امن ہیں۔ کراچی شہر میں ان کا الگ محلّہ موجود ہے تو وہاں کی بدامنی کے باوجود یہ امن میں ہیں۔ دیہات میں بھی یہ پرامن ہیں۔ یہ ہے ہمارا طرز عمل جس پر نصف صدی کا عرصہ گواہ ہے۔ اور آیئے! اے ہندوؤ! اب میں ذرا آپ کو آئینے میں آپ کی شکل دکھلا دوں۔

انڈیا میں خون مسلم کی ہولیاں اور ان کے اسباب

پہلا سبب......وید کے اشلوک

اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں یہ بات واضح کر دی کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اللہ نے کوئی ہادی' پیغمبر نہ بھیجا ہو۔ برصغیر میں آریاؤں کی آمد سے پہلے یہاں کے جو لوگ مقامی اور حکمران تھے' وہ دراوڑ تھے۔ یہ سیاہ لوگ تھے اور آریا گورے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دراوڑ بت پرست تھے۔ چنانچہ آریا ان پر غالب ہو گئے۔ غالب ہو کر انہیں اپنا غلام بنا لیا۔ آریاؤں

کی مذہبی کتاب جسے وید کہا جاتا ہے۔ لا محالہ یہ ایک ہو گی اور یہ بھی گمان ہے کہ الہامی کتاب ہوگی۔ جیسا کہ اس میں بعض مذکور پیش گوئیاں اللہ کے نبی ﷺ پر پوری اتر رہی ہیں تو اس وید کو پنڈتوں نے چار بنا ڈالا۔ جیسا کہ آج انجیلیں بھی چار ہو گئی ہیں۔ پھر ان چار ویدوں میں بھی پنڈت اپنی مرضی سے تبدیلیاں کرتے رہے اور تاحال یہ کام جاری ہے۔ یہ تبدیلیاں کر کے انہوں نے ذات پات کا نظام قائم کیا۔ اپنے مفادات کا تحفظ کیا اور ان تحفظات کے اشلوک بنا بنا کر وید کا حصہ بناتے چلے گئے۔ پھر یہ اپنے راجاؤں کو دیوتا قرار دے کر عجیب و غریب اور بے سروپا قصے ان کے نام سے مشہور کرتے چلے گئے۔ یوں برہمن اور راجے مذہب کے نام پر لوگوں پر حکومت کرتے رہے۔ انہوں نے فکر یہ ایجاد کی کہ ہمارے راجے جو ایشور کے اوتار ہیں۔ انہوں نے دراوڑوں کو شکست فاش دی ہے اور انہیں شکست اس وجہ سے ہوئی ہے کہ ایشور ان سے ناراض ہے۔ یہ شودر ہیں لہٰذا ان کا مقدر یہ ہے کہ یہ دیوتاؤں کی اولاد یعنی برہمنوں کی خدمت بجا لائیں۔ دراوڑ جب مفتوح ہوئے تو کس قدر مال دار تھے' اس کا اندازہ ویدوں کے اشلوکوں سے لگائیے!

۱۔ داس (غلام) قوم کے راجہ -- گائے' بیل اور گھوڑوں کے مالک ہیں۔ ان کے بڑے بڑے گلے ہیں اور بڑے بڑے ریوڑ ہیں۔

۲۔ داس بہت دولت مند ہیں اور سونے چاندی کے مالک ہیں۔

۳۔ داسوں کے سینکڑوں مستحکم قلعے تھے' جن کو ہمارے بہادر راجہ نے فتح کیا۔ (رگ وید)

۴۔ نذر و نیاز کے ساتھ گا بجا کر اس دیوتا کو خوش کرو۔ جس نے راجاؤں کے ساتھ مل کر کالے رنگ کے بے دین داسوں کا ستیاناس مار دیا ہے۔ اور جس نے تم کو طاقتور بنا دیا ہے۔ (سام وید)

۵- ہمارے دشمن نہتے ہو جائیں' ان کے بازو شل ہو جائیں۔ اس طرح اے اندر دیوتا! ہم ان کی ساری دولت آپس میں بانٹ لیں۔

۶- اے اگن دیوتا! تو داسوں کے جوڑوں کو کچل دے۔ کچا گوشت کھانے والے دیوتا تو یہ بھنا ہوا گوشت کھا۔ (اتھروید)

قارئین کرام----------- برہمنوں نے اپنے دشمنوں کو شودر اور اچھوت قرار دیا۔ انہوں نے ہندو مت قبول کر لیا۔ وہ تب بھی اچھوت ہی رہے۔ حتی کہ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۴ صفحہ نمبر ۳۴۳ کے مطابق سکھ اچھوت قوم ہیں۔ اسی رپورٹ کے مطابق اودھ کے ہندو اچھوت ہیں۔ نائیڈ اور مرہٹے بھی اچھوت ہیں اور رہے مسلمان وہ تو اچھوت اور ملیچھ ہیں اور ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ کیونکہ برہمنوں نے تو دراوڑوں کو معاف نہیں کیا۔ جن پر انہوں فتح پائی تھی اور ان کے ہندو مت کو قبول کرنے کے باوجود انہیں معاف نہ کیا تھا تو جن لوگوں یعنی مسلمانوں نے ان ہندوؤں کو فتح کیا۔ ہزار سال تک حکمرانی کی۔ ان کی برہمنیت کو بہت حد تک توڑا۔ یہ بھلا اسے کیسے معاف کرنے والے تھے۔ چنانچہ مسلمان ان کے سب سے بڑے دشمن ٹھہرے۔ دراوڑوں سے بھی بڑے دشمن اور بہت بڑے دشمن۔

برہمنیت کا تاریک ترین روپ

برہمنوں نے انسانیت کو ذلیل کر کے اپنا جو دیو مالائی مقام بنایا۔ آیئے! ذرا اسے بھی ایک نظر دیکھیں تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ اس **برہمنیت** کو توڑنے والے مسلمانوں کا برہمن کیوں بڑا دشمن ہے۔

۱- برہمن جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اعلی مخلوق بن کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ مخلوق کا بادشاہ ہے۔ اس کا کام صرف وید شاستروں (مذہبی کتب) کا پرچار کرنا ہے۔

۲۔ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب برہمن کا ہے۔ کیونکہ وہ مخلوقات میں برتر و افضل ہے۔ لہٰذا دنیا کی سب چیزیں اسی کی ہیں۔

۳۔ جس برہمن کو رگ وید یاد ہو وہ اگر تینوں جہانوں کا ناس کردے تو پھر اس کے اوپر کوئی گناہ عائد نہ ہو گا۔ وہ ہر حال میں معصوم ہو گا۔ (منوشاستر)

۴۔اے اندر دیوتا! برہمنوں کے دشمنوں کو اس جہاں میں رکھ جہاں اندھیرا ہے۔ روشنی کا نام و نشان نہیں (اتھروید)

۵۔جو شخص برہمن کی توہین کرتا ہے۔ وہ پاتال کے نرک (جہنم) میں جاگرتا ہے۔(اتھروید)

۶۔نرک بنایا ہی اس کے لئے گیا ہے کہ جو برہمن کو مانگنے پر بھی دان (خیرات) نہیں دیتا (اتھروید)

۷۔ جو شخص برہمن کو سفید پاؤں والی بھیڑ خیرات میں دیتا ہے وہ سورگ (جنت) میں جاتا ہے۔ (اتھروید)

۸۔اگر کوئی برہمن کسی شودر کو جان سے مار ڈالے تو اس پر کوئی دوش (حرج) نہ ہو گا۔ البتہ اس کو پرسچیت (کفارہ) دینا ہو گا۔ اور کفارہ وہی ہو گا جو کسی نیولے، چھپکلی، چوہے یا سانپ مارنے کا ہے۔ (منوشاستر)

۹۔برہمن کی چاکری سے شودر کو نجات ملے گی اس لئے برہمن کی اطاعت شودروں پر فرض کی گئی ہے۔ شودر کو برہمن کی خدمت کے سوا اور کسی نیک کام کا اجر نہیں ملے گا۔ (منوشاستر)

۱۰۔ راجہ کو چاہئے کہ وہ کسی برہمن کو مت قتل کرے۔ اگرچہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو (منودھرم شاستر)

۱۱۔ راجہ کو کیسی بھی ضرورت ہو حتیٰ کہ وہ مرتا بھی ہو تب بھی اسے اپنے ملک کے اندر کسی برہمن کو بھوکا نہیں رہنے دینا چاہئے۔ (منوسمرتی)

۱۲۔ برہمن ہر حال میں سچا مانا جائے گا۔ اس کی گواہی میں صرف اتنا کہہ دینا

کافی ہے کہ میں سچ بولوں گا۔ اس سے حلف لینے کی ضرورت نہیں (منوسمرتی)

۱۳۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن پر ہاتھ اٹھائے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ اگر وہ برہمن کو لات مارے تو اس کا پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر وہ برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو راجہ کا فرض ہے کہ اسکے چوتڑ داغ دے (منوشاستر)

۱۴۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن پر تھوکے تو اسکے ہونٹ کاٹ دیئے جائیں۔ اگر وہ کسی برہمن پرپیشاب کرے تو اس کی شرمگاہ کاٹ دی جائے۔ (منوشاسترا)

۱۵۔اگر کوئی شودر کسی برہمن عورت سے بدکاری کرے تو اس کی شرمگاہ کاٹ دی جائے۔(منوشاستر)

۱۶۔اگر کوئی شودر کسی برہمن کو گالی دے تو راجہ کا فرض ہے کہ ۹ انگل لمبی لوہے کی سلاخ گرم کرکے اس کے حلق میں ڈلوا دے۔ (منوسمرتی)

دوسرا سبب............وطن دیوتا

مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا دوسرا بڑا سبب زمینی دیوتا ہے۔ برصغیر کی زمین ہندوؤں کا بھگوان ہے۔ وہ اس زمین کو دھرتی ماتا' بھارت ماتا' بھومی ماتا کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور اسے دیوتا مان کر اس کی پوجا کرتے ہیں' یہ دیوتا زمین کے جن ٹکڑوں پر مشتمل ہے وہ موجودہ ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش' نیپال ' بھوٹان' سری لنکا اور افغانستان کا پشتون علاقہ ہے--- پروفیسر محمد منور صاحب اپنی انگریزی کتاب "Movement Dimensions of Pakistan" میں رقمطراز ہیں!

لالہ ہردیال اپنے رسالہ "میرے وچار" میں لکھتے ہیں!

"میں اعلان کرتا ہوں کہ پنجاب اور ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی نسل کی بقا کا انحصار ان چار ستونوں پر استوار ہے۔

۱۔ ہندو سنگھٹن .... ہندو اتحاد کامل ۲۔ ہندو راج ۳۔ مسلمانوں کی شدھی ۴۔ افغانستان اور سرحدی علاقوں کی فتح اور شدھی۔

جب تک ہندو قوم یہ چار کام سرانجام نہیں دے لیتی ہمارے بچوں' ہمارے پوتوں اور پوتوں کے بچوں کا وجود ہمیشہ خطرے میں رہے گا۔ اور ہندو نسل کا تحفظ ایک ناممکن امر ہو گا۔ ہندو نسل کی اپنی ایک خاص تاریخ ہے اور اسکے ادارے ہم آہنگ ہیں۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں اور عیسائیوں کا تعلق ہے وہ ہندو مت کے دائرے سے بہت دور ہیں۔ اس لئے کہ ان کے مذہب بدیسی ہیں۔اور وہ لوگ فارسی' عربی اور فرنگی اداروں سے محبت کرتے ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنی آنکھ میں پڑے ہوئے بیرونی مواد سے آنکھ کو صاف کر لیتا ہے' اس طرح ان دنوں مذہبوں کو شدھ کر لینا چاہیے۔ تاکہ ہندوؤں کی آنکھوں میں یہ بیرونی مواد کھٹکتا نہ رہے۔ افغانستان اور سرحد کے

کوہستانی خطے عہد ماضی میں ہندوستان کا حصہ تھے۔ مگر آج ان پر اسلام کا غلبہ ہے۔ افغانستان کی مثال نیپال کی سی ہے۔ جہاں آج بھی ہندو مذہب رائج ہے۔ تو جس طرح نیپال میں ہندو ادارے کار فرما ہیں' اسی طرح افغانستان میں اور سرحدی علاقوں میں بھی ہونے چاہیں اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر سوراج (تحفظ) حاصل کرنا بے معنی بات ہے۔ کیونکہ کوہستانی قبائل ہر دم آمادہ جنگ ہیں اور وہ بھوکے بھی ہیں۔ اگر انہوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ٹھان لی تو نادر شاہ اور زمان شاہ کا دور از سرنو شروع ہو جائے گا۔ آج تو انگریز افسر سرحد کو تحفظ دیئے ہوئے ہیں۔ مگر ہمیشہ تو یہ صورتحال نہیں رہے گی۔ اگر وہ اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ افغانستان اور سرحدی علاقوں کو فتح کریں اور تمام' پہاڑی قبائل کو ہندو بنائیں۔

تو جناب! ہندوؤں کے اس دیوتا کے کئی ٹکڑے ہو چکے ہیں' ان ٹکڑوں کو ملانا.......... دیوتا کی کٹی ٹانگیں اور بازو جوڑنا ہندوؤں کا مذہبی فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اکھنڈ بھارت بنا کر رہیں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے تقسیم برصغیر کے فورا بعد انہوں نے اس پر کام شروع کر دیا۔ انہوں نے مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے علاقوں امرتسر' پٹھانکوٹ 'گورداسپور وغیرہ کو اپنی دھرتی ماتا کے ساتھ جوڑا' کشمیر کو ساتھ ملایا۔ حیدر آباد اور جوناگڑھ کی ریاستوں کو اپنے اندر ضم کیا۔ سکم پر قبضہ کیا' بھوٹان اور نیپال کو اپنا تابع بنایا' مشرقی پاکستان میں مداخلت کر کے اسے بنگلہ دیش بنوایا' سری لنکا میں مداخلت کر کے اس پہ قبضہ کرنے کا پروگرام بنایا' پاکستان اور افغانستان پر بھی وہ نگاہیں لگائے بیٹھے ہیں۔ غرض جب یہ ساری دھرتی ہندوؤں کا معبود ٹھہری تو اب یہاں کے باسیوں کے لئے امن کہاں' چین کہاں اور سکون کہاں؟

بھارت ماتا کا مندر

بنارس ہندوؤں کا مقدس ترین شہر ہے۔ "سفر نامہ ہند" کا مصنف پروفیسر محمد اسلم لکھتا ہے کہ اس شہر میں بارہ سو مندر ہیں۔ ایک مندر "بھارت ماتا کا مندر" کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۵۵ء میں بنارس کے سفر میں پروفیسر سعید الدین احمد ڈار بھی میرے ہم سفر تھے۔ بنارس پہنچ کر جب ہم نے اس مندر کا شہرہ سنا' تو اسے دیکھنے گئے۔ ایک بڑے ہال میں ایک تالاب میں اغلبا پلاسٹر آف پیرس سے بھارت کا نقشہ بنایا ہوا ہے۔ جس میں پاکستان اور بنگلہ دیش بھی شامل ہیں۔ اس نقشے پر عقیدت مندوں نے پھول بھی چڑھائے ہوئے تھے۔ ہندو وہاں آتے تو دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر بھارت ماتا کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔

بھارت ماتا کے چرنوں میں انسان کی قربانی اور پھر گوشت کھانا

عبدالرحمن صدیقی صاحب جو تقسیم سے قبل بیس سال تک ایک ہندو ریاست میں مشیر رہے۔ وہ اپنی کتاب "ارمغان وید" میں لکھتے ہیں۔

مدراس اور کلکتہ کے درمیانی حصہ میں قدیم زمانے سے کانڈہ قوم آباد تھی۔ یہ لوگ ۱۸۳۵ء تک انسان کی قربانی کی رسم ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ کسی آدمی کو خرید لاتے۔ بڑے دلار پیار سے پالتے۔ اچھے کھانے کھلاتے اور تہوار کے دن اس کے خون سے ہولی کھیلنے کا یوں پروگرام بناتے' کہ اس کے کان میں کہتے ۔ ہم نے تم کو روپیہ دے کر خریدا ہے۔ تمہارا خون ہماری گردن پر نہیں۔ پھر اسے زمین کے دیوتا "بھارت ماتا" کی نذر چڑھا دیتے۔ اس کا خون اور گوشت پوست تبرک کے طور پر بانٹتے اور کھاتے تھے۔اس

رسم کو مرہٹی کہتے تھے اور سال میں دو بار ادا کرتے تھے-- انگریزوں نے اس رسم کو بند کیا- اب یہ لوگ بھینسے کی قربانی کرتے ہیں-

یعنی بھینسے کی قربانی "بھارت ماتا" کے چرنوں میں آج بھی جاری ہے- مدراس میں اس کا مندر بھی موجود ہے' پوجا بھی جاری ہے- چنانچہ جب یہ معاملہ مذہب اور عقیدے کا ہے تو بتلاؤ! جب تک ہندو اکھنڈ بھارت نہ بنا لیں- برصغیر میں امن و آشتی کیسے قائم ہو گی ؟ حقیقت یہ ہے' جو لوگ امن و آشتی کی باتیں کرتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں- جب کہ بھارت ماتا کے لئے بندے اور اب بھینسے کی قربانی کا مقصد ہی یہ ہے کہ بھارت ماتا کے پجاری اپنی ماتا کے لئے بندے ماریں گے ' عورتیں ماریں گے' بچے ماریں گے- بوڑھے ماریں گے اور بھارت ماتا کی دھرتی کے ہر اس فرد کو ماریں گے جو بھارت ماتا کو نہیں مانتا---- اور جس نے اس ماتا کو تقسیم کیا ہے- وہ سب سے بڑا دشمن ہے اور وہ ہے پاکستان اور اس کا مسلمان-

بھارت ماتا کے لئے میزائل پروگرام کہ جس کے نام سے ہی بھارت ماتا کا عقیدہ دکھائی دیتا ہے

"بھارت ماتا" کے لئے بھارت کے ہندوؤں نے میزائل ٹیکنالوجی پر بڑا کام کیا ہے اور مختلف اقسام کے میزائل بنائے ہیں- ان میں سر فہرست پرتھوی میزائل ہے- پرتھوی کا معنی ہے "زمین" یا "دھرتی" یعنی اس میزائل کے بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ میزائل ہر اس پرتھوی یعنی زمین پر پھینکا جائے گا- جسے اس کے دشمنوں نے بھارت ماتا سے الگ کیا ہے- اس پرتھوی کو فوج کے حوالے کرکے پاکستان میں پھینکنے کے لئے نصب کرنے کا

فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

اسی طرح ایک میزائل کا نام "اگنی" ہے اور "اگنی" آگ کا دیوتا ہے۔ یہ اگنی میزائل جو پاکستان اور اہل پاکستان کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے حوالے سے "اتھروید" میں برہمنوں کا اشلوک ملاحظہ ہو۔

اے اگن دیوتا۔ تو اپنے شعلوں کے تیروں سے داسوں کو بھسم کر دے۔ ان کے بازوؤں کو جو ہم پہ حملہ کرنے اٹھے تھے توڑ ڈال۔ ان کو مار کر گرا دے۔ پھر چتکبرے گدھ ان کو نوچ نوچ کر کھائیں۔ ان ملیچھوں (ناپاکوں) کو تو آدم خوروں کی مانند کھا لے۔ ان کے اوپر کے اعضاء کو کھا جا۔ اے اندر دیوتا اور اے سوم دیوتا۔ تم (سب مل کر) ہمارے خبیث دشمنوں کو جلا کر تباہ کرو۔ ان کو تاک تاک کر مارو۔ ان کے اعضاء توڑ دو۔ ان کی بستیوں کو تباہ کر دو۔ ان کو نیست و نابود کر دو۔

اسی طرح ان کے ایک میزائل کا نام "ترشول" ہے۔ اس کا معنی ہے۔ تین پھل والا یعنی جو تین تیز کونوں سے اپنے دشن کو گھائل کرے۔ تو یہ میزائل پروگرام جو سیکولر انڈیا کا ہے اس سے "بھارت ماتا" کے حصول کا خونی مقصد صاف دکھائی دے رہا ہے۔ جنہیں دکھائی نہیں دیتا' انہیں اپنی بینائی کا علاج کروانا چاہیئے۔

بھارت ماتا کی خدمت میں ترانہ

۱۹۴۷ء میں جب برصغیر تقسیم ہوا تو ہندوانہ عقیدے کے مطابق ہندوؤں کا دیوتا تقسیم ہو گیا۔ وہ کئی ٹکڑوں میں بکھر گیا۔ تاہم جتنا ان کے ہاتھ آیا اس کا نام ہندوستان' بھارت یا انڈیا ٹھہرا۔ اس کا جو ترانہ بنایا گیا اس میں اسی دیوتا کو مخاطب کیا گیا۔ چنانچہ آج ہر ہندو اپنے اس دیوتا کے سامنے یوں

عبادت بجا لاتا ہے۔

بندے ماترم

میں تیرہ بندہ ہوں اے میری ماں
میرے اچھے پانی، اچھے پھلوں
اور بھینی خنک جنوبی ہواؤں
شاداب کھیتوں والی میری ماں
حسین چاندنی سے روشن رات والی
خوش دار پھلوں اور گنجان جنگلوں والی
میٹھی ہنسی اور میٹھی زبان والی
سکھ دینے والی برکت دینے والی میری ماں
تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے۔
میں تیرے قدم چومتا ہوں
تو دشمن کے لشکر کی غارت گر ہے
اے میری ماں بندے ماترم
تیری ہی حسین مورتی ہر مندر کی رونق ہے
تو ہی درگا ہے، دس مسلح ہاتھوں والی
تو ہی کملا ہے، کنول کے پھول کی بہار
تو ہی پانی ہے، علم سے بہرہ مند کرنے والی
میں تیرا غلام ہوں، غلاموں کا غلام ہوں
غلام کے غلام کا غلام ہوں

اے بھارت ماتا کے بندو اور غلام ہندوؤ---- یار آپ کس قدر گستاخ

ہیں کہ اپنے دیوتا- اپنی ماتا کے سینے پہ ہل چلاتے ہیں- یہ تمہارا کیسا دیوتا ہے جو تمہارے قدموں تلے روندا جا رہا ہے- پھر تم اپنی دھرتی ماتا کے کیسے غلام ہو کہ اس کے سینے پہ پیشاب اور پاخانہ کیئے چلے جا رہے ہو- تم اپنی پرتھوی دیوی کے کیسے بندے ہو کہ اس پہ پاپ کیئے چلے جا رہے ہو- اور ذرا سوچو! جو دیوتا خود بکھر جائے- کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے- بھلا وہ بھی کوئی معبود ہوتا ہے ؟ جو خود ہی قدموں تلے روندا جائے' وہ بھی بھلا عبادت کے لائق ہوتا ہے؟ جس پہ تمہارے عقیدے کے مطابق شودر اور ملیچھ چلیں پھریں' اس پہ پیشاب پاخانہ کریں- بھلا وہ بھی بندگی کے قابل ہوتا ہے؟ جو ملیچھوں اور شودروں کو اپنے پر غلاظت کرنے سے نہ روک سکے' ان کے پاؤں تلے روندا جائے' وہ تو خود پست' خوار و زبوں' ذلیل اور غلام ہے- افسوس تم اس کے غلام ہو اور پھر غلام کے غلام کے غلام............ ہو-

بھارت ماتا کا جنتی اور جہنمی حصہ

آرین ہندو زمانہ قدیم سے ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شمالی علاقے (پہاڑی سرد علاقہ) جنت کے مترادف ہے اور جنوبی (میدانی گرم علاقے) دوزخی ہیں- چنانچہ یہ لوگ عموما شمالی علاقوں میں آباد ہوتے رہے اور جو برہمن اور کھشتری جنوبی علاقوں میں آباد ہوئے' شمالی علاقوں والے برہمن اور کھشتری انہیں اپنا ہمسر نہیں خیال کرتے تھے- کالے ہونے کی وجہ سے انہیں کمتر خیال کرتے تھے اور ان کو کالا برہمن خیال کرتے ہیں- اس عقیدے کی روشنی میں جنوبی ہندوستان میں یہ بات بھی دیکھنے کو ملے گی کہ نیچ ذات کے افراد کی بستیاں گاؤں کے جنوب میں آباد کی جاتی ہیں- شمال

میں صرف اونچی ذات کے لوگ رہتے ہیں۔

بھارت ماتا کا حصہ کشمیر جنت ارضی ہے
اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی جنم بھومی ہے

کشمیر بھی شمالی علاقہ ہے۔ پہاڑی خطہ ہے' ٹھنڈا منطقہ ہے۔ دریا جن کی ہندو لوگ عبادت کرتے ہیں' وہ بھی یہیں سے نکلتے ہیں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو بھی بنیادی طور پر کشمیری برہمن ہیں۔ ان کی بیٹی اندرا گاندھی بھی کشمیرن تھی۔ ہندوستان پہ پہلے بھی اور آج بھی شمالی ہند کے ہی برہمن حکمرانی کر رہے ہیں۔ تقسیم کے وقت وادی کشمیر میں مسلمان اکثریت میں تھے مگر پنڈت جواہر لعل نہرو نے انگریز کے ساتھ مل کر اس مسلم اکثریت کے علاقے کو ہندوستان میں ملا لیا۔ آج وہاں انڈین آرمی ظلم کر رہی ہے۔ پاپ کما رہی ہے۔ غرض ستم کئے جا رہے ہیں۔ اور ہندو برہمن بھارت ماتا کے اس "جنتی" ٹکڑے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ بھارت ماتا کے عقیدہ کی وجہ سے یہاں خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے۔ مگر انصاف کا دامن تھاما نہیں جاتا۔ حق داروں کو ان کا حق دیا نہیں جا رہا ہے۔

بھارت ماتا میں خون مسلم کے ساتھ ہولی...... لالہ کا طرز عمل

بھارت میں خون مسلم کے ساتھ آئے روز ہولی کیونکر کھیلی جاتی ہے اس کے اسباب کا ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا۔ آیئے! اب ذرا ایک سرسری جائزہ لیں کہ نصف صدی میں کس قدر ہولی کھیلی گئی۔

برصغیر تقسیم ہوتے ہی جو مہاجر پاکستان کی طرف آنے لگے ان کا مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ بچوں کو نیزوں کی انیوں میں پرو دیا گیا۔ عورتوں کی

عزتوں کو تار تار کیا گیا۔ بوڑھوں اور نہتے جوانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ مشرقی پنجاب کے اضلاع کو خاص طور پر مقتل گاہ بنایا گیا۔ ان بچوں' عورتوں اور مردوں کی تعداد لاکھوں میں ہے جو قتل ہوئے۔ تقسیم کے وقت جو ہولی کھیلی گئی۔ اس کی تفصیل بڑی ہولناک ہے۔ مگر ہم آگے چلتے ہیں اور ان ہولیوں میں خون مسلم کا رنگ دیکھتے ہیں جو آزادی کے بعد پچاس سالہ حالت امن میں کھیلی گئیں۔

۱۔ ......۵۰ سالوں میں ہندو بلوائیوں کی منظم حکمت عملی کے تحت ۲۵ ہزار مرتبہ مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی گئی۔

۲۔ بھارت میں چھپنے والی رپورٹوں کے مطابق ان ہولیوں میں تقریبا اڑھائی لاکھ بے گناہ مسلمان مارے گئے۔

۳۔ نصف صدی کے فسادات میں محتاط اندازے کے مطابق ۳۵ ارب روپے کی مسلم املاک کو لوٹا اور برباد کیا گیا۔

۴۔ تقریبا بارہ ہزار مساجد پر قبضہ کیا گیا۔

دھندلی سی تصویر

آیئے! اب اس ظلم و بربریت کی ہلکی سی' سرسراہے' دھندلی سی' تصویر ہم آپ کو دکھائیں کہ یہ دھندلی سی تصویر بھی بڑی ہولناک ہے۔

مسلمانوں کی عید کو جب خون مسلم بہا کر ہولی میں تبدیل کیا گیا۔

چودھویں صدی ہجری کے اختتام اور عید الفطر کے موقع پر ۱۳ اگست ۸۰ء کو مراد آباد میں مسلمانوں کو بھارتی حکومت کی جانب سے کئی سو مسلمان بچوں' عورتوں' بوڑھوں اور نوجوانوں کے خون کا "تحفہ" پیش کیا گیا۔ اس

روز مسلمان روایتی جوش و خروش کے ساتھ سلامت پورہ کی عید گاہ میں ننھے منے بچوں کے ساتھ نماز عید الفطر کے موقع پر جمع تھے۔ امام صاحب کا خطبہ جاری تھا کہ عید گاہ کے صحن میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک سور داخل کر دیا گیا۔ اس حرکت پر پچھلی صفوں میں کچھ ہلچل سی پیدا ہوئی ہی تھی کہ اچانک پی اے سی کے مسلح نوجوان بڑے دروازے سے عید گاہ کے اندر داخل ہو گئے اور اندھا دھند آنسو گیس کا استعمال اور فائرنگ شروع کر دی۔ (نوائے وقت ۱۰ اکتوبر) پہلے تین منٹوں میں ۸۰ مسلمان شہید ہو گئے۔ جب کہ سینکڑوں زخمی ہوئے ان میں معصوم بچے بھی شامل تھے۔ ایک طرف عید گاہ میں قتل عام جاری تھا تو دوسری طرف گھروں میں اپنے عزیزوں اور بچوں کے لئے عید کے پکوان تیار کرنے میں مصروف مسلمان خواتین ہندو غنڈوں کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔

مراد آباد میں مسلمان سیاسی' اقتصادی اور عددی اعتبار سے خاصے مستحکم اور ظروف سازی' و دستکاری کے کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ استحکام ہندوؤں کو گوارا نہ تھا۔ لہٰذا راشٹریہ سیوک سنگھ اور جن سنگھ نے منصوبہ بندی کے تحت ان فسادات کا آغاز کیا' چنانچہ شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس بہانے مسلمانوں کے محلوں کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ جس سے خوراک' پانی اور دودھ کی شدید قلت ہو گئی' ہر گھر سے بھوکے ننھے معصوم بچوں کے رونے اور بلکنے کی آوازیں آنے لگیں۔ جا بجا گندگی کے ڈھیر لگ گئے۔ جن سے وبائی امراض پھوٹ پڑے۔ بلوائی ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ بول کہ اللہ اکبر کے نعرے بلند آواز سے نشر کرتے۔ مسلمان سمجھتے کہ دوسرے علاقوں کے مسلمان ان کی مدد کے لئے آ گئے ہیں۔ مسلمان دھوکہ میں باہر نکل پڑتے اور مسلح غنڈے ان پر ٹوٹ پڑتے۔ خود بھارتی وزیر داخلہ کی ایک رپورٹ کے

مطابق ہندو بلوائیوں نے کئی مقامات پر تھانوں اور اسلحہ کے گوداموں پر ہلہ بول کر اسلحہ لوٹا اور پھر اسے فوج اور پولیس کی موجودگی میں مسلمانوں پر استعمال کیا۔

عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دی گئیں

بھارت کے شمال مشرقی صوبہ تری پورہ میں فسادات کے دوران مسلمان بچوں' عورتوں' بوڑھوں کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ اور گاؤں کے چھ سو بنگالی کنبوں میں سے صرف ۱۴ افراد زندہ بچے (امروز ۱۷جون) انہوں نے بتایا کہ عورتوں کو بے آبرو کرنے کے بعد ان کی چھاتیاں کاٹی گئیں اور پھر انہیں قتل کر دیا گیا۔ والدین کے سامنے بیٹیوں کی عزتیں لوٹی گئیں۔ معصوم بچوں کو ماؤں کے سامنے نیزوں پر اچھالا گیا۔

میرٹھ میں مسلمانوں کا خون دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھایا گیا

یکم اکتوبر کو فیروز بلڈنگ کے قریب کسی نا معلوم شخص نے پولیس گاڑی پر پٹاخہ پھینکا۔ پولیس انسپکٹر نے اسے مسلمانوں کی حرکت قرار دیا اور اسی لمحہ قتل عام کا حکم دے دیا اور مائک پر کہا کہ مسلمانوں پر استعمال کی جانے والی کوئی گولی ضائع نہ کی جائے۔ ایک گولی سے ایک مسلمان مرے۔ (مسلم نیوز ایجنسی) کے مطابق ریاستی پولیس نے فیروز بلڈنگ میں گھس کر مسلمان مردوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اس کے بعد پولیس نے وہاں پر موجود عورتوں کو بندوقوں کے بٹ مارے اور ان سے سنگینوں کی نوک پر ان کے شوہروں اور بھائیوں کے خون کے دھبے فرش سے صاف کرائے۔ ایک بوڑھے مسلمان کو مجبور کیا گیا کہ وہ خون میں لت پت لاشوں کو گھسیٹ

گھسیٹ کر باہر ٹرک میں ڈالے (وفاق ۳ جنوری) اس قتل عام میں بلڈنگ میں موجود ۲۰ سے زائد مسلمان مردوں کو شہید کر دیا گیا۔ (الجمعیت دہلی۔ شمارہ نومبر حوالہ جسارت ۲۶ اکتوبر کے مطابق یہ تعداد ۲۵ تھی۔ ایمپکٹ انٹر نیشنل نے یہ تعداد ۲۰ بتائی۔ ۲ اکتوبر مہاتما گاندھی کا جنم دن تھا۔ جسے ہندوؤں نے مسلمانوں کی املاک اور گھروں میں جی بھر کر لوٹ مار کر کے منایا۔

ہندوؤں نے مسافر گاڑیوں اور بسوں میں بھی مسلمان مسافروں کو نہ بخشا۔ یہ لوگ گاڑیاں اور بسیں زبردستی ٹھہرا کر ان میں جا گھستے اور مسلمان مسافروں کو اپنی سربریت کا نشانہ بناتے اور ان کا مال اور اسباب لوٹ لیتے۔ ان واقعات میں ٹرینوں میں ۳۲ اور بسوں میں پندرہ عورتیں اور دس مرد بری طرح زخمی ہوئے۔ میرٹھ مسلم لیگ کے صدر کی رپورٹ کے مطابق ایک اجتماعی قبر سے ۲۶ بے کفن کٹی پھٹی لاشیں ملیں۔ مذکورہ بیان کے مطابق مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام کے بعد ان کا خون مندر کے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ (مشرق ۲۷ اکتوبر)

خون مسلم کے ساتھ ظلم کی ہولی اس قدر بھیانک تھی کہ ۳۵ نوجوانوں کے ہاتھ پاؤں بے دردی اور بے رحمی سے توڑ دیئے گئے اور پانی طلب کرنے پر منہ میں پیشاب کیا گیا۔ اس کے بعد اندرا گاندھی نے میرٹھ کا دورہ کیا۔ جو ہندو زخمی ہو گئے تھے۔ انہیں چیک دیئے۔ جب کہ اس دورے کے موقع پر جب شہیدوں کی سو سے زائد بیواؤں اور اہل خانہ نے سڑک پر دھرنا مار کر اندرا گاندھی کی کار روکی اور وزیراعظم کو ظلم کی یادداشت پیش کی تو اندرا گاندھی نے غصے سے یادداشت پھاڑ کر کار سے باہر پھینک دی۔ اور مسلمان مظلوم بیوائیں کاروں کی اڑتی دھول دیکھتی رہ گئیں۔ ....
کسی ہمدرد کا انتظار کرتی رہ گئیں۔

راجستھان

راجستھان کے علاقہ بھرت پور میں ۸ اگست سے ۱۹ اگست تک کے فسادات میں ۳۹ مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ ۹ نو مسلم کمسن بچوں اور ایک حافظ قرآن عالم دین کو زندہ جلا دیا گیا۔ ہندوؤں نے ۱۹ مسلمان لڑکیوں کو اغوا کرنے کے بعد مکانات کو آگ لگا دی۔ ۲۵ مویشی بھی زندہ جلا دیئے گئے۔ حملہ سے قبل ہندوؤں نے پولیس کی نگرانی میں مسلمانوں کے گھروں پر رات کو نشانات لگائے جنہیں بعد میں نشانہ بنایا گیا (مشرق ۴ ستمبر)

آسام میں خون آشام ہولی

آسام کے صوبائی مرکز گوہاٹی سے ۴۵ کلو میٹر دور جاگ کے قریبی قصبہ نیلی میں مسلمانوں کے ایک درجن گاؤں تھے۔ جن میں ۱۵ ہزار کے قریب مسلمان رہتے تھے۔ اس قتل عام کا منصوبہ ضلع اورانگ میں منگا ڈولی کے مقام پر بنا' جہاں باہر کے لوگ شریک منصوبہ بندی ہوئے۔ "گوہ پور" میں قتل عام کا پہلا راؤنڈ شروع ہوا۔ ۱۷ فروری کو صبح کے وقت اطراف کے ۱۷ دیہات پر لابونگ کے قبیلہ کے ۱۰ ہزار انتہا پسند ہندو قبائلیوں نے بندوقوں' برچھیوں اور بھالوں سے منظم حملہ کر دیا۔ اس روز مرد کام پر جا چکے تھے۔ اسلئے ۸۰ فیصد عورتیں اور بچے قتل عام کا شکار ہوئے۔ ۳۰ مربع کلو میٹر کے علاقے میں ہندوؤں نے تمام جھونپڑیوں کو آگ لگا دی۔ وہ کھیت کھلیانوں میں عورتوں اور بچوں کو ۸ گھنٹے تک مسلسل گولیوں کا نشانہ بناتے رہے۔ ان درندہ صفت وحشیوں نے دھان کے ڈھیروں میں چھپی ہوئی خواتین سے شیر خوار بچوں کو چھین چھین کر چیر پھاڑ ڈالا اور پھر ان ماؤں کا بھی صفایا کر دیا۔

مسلمانوں پر حملہ اس قدر منظم اور اچانک تھا کہ انہیں سوچنے کا موقع بھی نہ ملا۔ بیشتر افراد چار میل دور بھگدو بابا جی کے جنگل کے راستے میں بھاگتے ہوئے پکڑے گئے۔ یہ جنگل ۲۴ فٹ چوڑی ایک نہر کے دوسرے کنارے پر واقع ہے۔ بی بی سی کے نامہ نگار کی رپورٹ کے مطابق چھ میل کا یہ علاقہ عورتوں' بچوں' بوڑھوں کی سینکڑوں لاشوں سے اٹا ہوا تھا (جسارت ۲۱ فروری) نامہ نگار نے سینکڑوں افراد کو زخموں سے چور سسکتے دیکھا۔ جنہیں کوئی طبی امداد پہنچانے والا نہ تھا۔ گارجین اور ٹائمز کے نمائندوں کے مطابق (جنگ ۲۳ فروری) اس روز ۱۶ دیہات کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔ (ڈیلی ٹیلیگراف) (جنگ ۲۳ فروری) کے مطابق نمائندوں نے بتایا کہ سارے علاقے میں ہم نے مردوں' بچوں اور عورتوں کو نزع کے عالم میں پانی مانگتے دیکھا ایک گاؤں سے معصوم بچوں کے سر ملے جن کے دھڑ غائب تھے۔ انڈین ایکسپریس کے نمائندہ نے (وفاق ۲۸ فروری ۸۳) صرف چار دیہات کا دورہ کیا اور خود ۲۵۳ لاشیں شمار کیں۔ اس قتل عام میں "انڈیا ٹوڈے" کے مطابق ۱۳۸۳ مسلمان مارے گئے۔ مگر دیگر اخباری اطلاعات اور نامہ نگاروں کی رپورٹوں کے مطابق مقتول مسلمانوں کی تعداد ۴ ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ صرف تین ہزار لاشیں ایسی تھیں جنہیں دفنایا نہ جا سکا تھا۔ (نوائے وقت ۲۵ فروری) سفاکی اور درندگی کے اس خونی کھیل میں دس ہزار سے زائد مسلمان بری طرح زخمی ہوئے۔

بس کے مسافر قتل کر دیئے گئے

یہ اندوہناک واقعہ میرٹھ سے ۲۵ کلو میٹر دور ولید پور میں ۲۲ جولائی کی شب کو پیش آیا۔ ضلعی مجسٹریٹ کی تفصیلات کے مطابق رات کے تقریبا

پونے گیارہ بجے ۳۰ شیو بھگتوں نے ولید پور سے تین کلو میٹر دور ایک بس کو روک لیا۔ ڈرائیور اور مسافروں کی مزاحمت کے باوجود شیو بھگت بس میں گھس آئے ان لوگوں نے مسافروں کے نام پوچھے۔ مسلمان مسافر جن میں عورتیں بھی شامل تھیں گھسیٹ گھسیٹ کر بس سے نیچے اتار دیا۔ اس وقت بس کے ارد گرد سینکڑوں ہندو غنڈوں کی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔ یہ لوگ آوازیں لگا رہے تھے کہ مسلمانوں باہر آؤ۔ نیچے اتارنے کے بعد ۸ مسافروں کو لاٹھیوں ' ترشولوں اور لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بس میں سفر کرنے والے ہندو مسافروں نے کئی مسلمان مسافروں کو اپنا رشتہ دار بتا کر قتل ہونے سے بچا لیا۔

مسلمانوں کی پانی کی ٹینکی میں زہر ملا دیا گیا...... ٹھٹھر وا گاؤں کی عورتوں کے زیورات نوچ لئے گئے-بدن سے ساڑھیاں کھینچ لی گئیں

جامع مسجد کے امام مولانا بخاری نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ہندوؤں نے دو ہفتہ قبل جامع مسجد کے پانی کے اس ذخیرے میں جو وضو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زہر ملا دیا تھا۔ اس کے علاوہ جامع مسجد فتح پوری کے ذخیرہ آب میں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ ان حرکتوں کے بعد دونوں مسجدوں کے ائمہ کو ایسے خطوط ملے جن میں انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔
یہ انڈیا کا ضلع سمستی پور ہے۔ اس کے تین چار گاؤں جو قریب قریب تھے' ان میں ایک گاؤں جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی کے ایک ہندو کی گائے تین چار دنوں سے مل نہیں رہی تھی۔ یہ گائے قریب کے گاؤں "سکھامن" کے ایک مسلمان عبدالستار کے گھر سے مل گئی۔ عبدالستار نے اس وجہ سے گائے

باندھ دی تھی کہ وہ کھلی پھر کر فصل خراب کرتی تھی۔ بات اتنی سی تھی۔ مگر ہندوؤں نے یہ مشہور کر دیا کہ ٹھٹھروا گاؤں کے مسلمانوں نے گاؤ ماتا کو ذبح کر دیا ہے۔ افواہ خوب گرم کی گئی اور پھر ہندوؤں نے اکٹھے ہو کر گاؤں کا محاصرہ کر لیا اور سنگ باری شروع کر دی۔ اس دوران پولیس آ گئی اور پولیس نے ان بلوائیوں کے ساتھ مل کر گالیاں بکتے ہوئے بے ہنگم طریقے سے گھر گھر کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ تلاشی کے دوران ایک گھر سے پکانے کے لئے تھوڑا سا گوشت برآمد ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ بہانہ مل چکا تھا اور اب سارا ہجوم لوٹ مار اور غارت گری پر دیوانہ وار ٹوٹ پڑا تھا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر عبدالستار اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہجوم میں آ گیا اور بلند آواز کے ساتھ فریاد کی۔ ہم نے نہ گائے چرائی ہے۔ نہ ذبح کی ہے۔ پھر بھی اگر آپ سب کا شک ہم پر ہی ہے تو آپ جو چاہیں مجھ اکیلے کو سزا دے دیں۔ لیکن ساری آبادی پر رحم کریں۔ ہندو اس اعلان سے غارتگری سے رک گیا اور پھر پولیس کا داروغہ اور ہندوؤں کا سرغنہ مکھیا الگ ہو گئے۔ مشورہ کیا اور واپس آ کر دس ہزار روپے جرمانے کا کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۴ء کا ہے۔ اس دور میں دس ہزار بہت بڑی رقم تھی۔ عبدالستار جو غریب آدمی تھا۔ اس نے ہمت نہ ہاری۔ مسلمانوں نے مدد کی اور پانچ ہزار اکٹھا کر کے مکھیا کے حوالے کر دیا۔ باقی پانچ ہزار کے لئے چار دنوں کی مہلت طلب کی اور جان بخشی کی درخواست کی۔ مگر ان ظالموں نے چار دن کی بجائے صرف چار گھنٹے کی مہلت دی۔ عبدالستار اور دوسرے مسلمان پیسے اکٹھے کرنے لگ گئے۔ مگر ان ہندوؤں کے ارادے کوئی اور ہی تھے۔ انہوں نے اس دوران اطراف کے دیہات جگ موہرہ' پھوپیا' ' بھوا' کھٹونہ' گولما' سنوکھر وغیرہ سے لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور پھر مدت ختم ہوتے ہی بغیر وارننگ

کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تیر کمان' دیسی پستول' بھالے اور برچھے چل رہے تھے۔ "جے بجرنگ بلی" کے نعرے لگ رہے تھے۔ ان ظالموں نے عورتوں کو گھروں سے کھینچ کر باہر نکال لیا زیورات نوچ لئے۔ جسموں سے ساڑھیاں کھینچ لیں عزت و آبرو کو جی بھر کر لوٹا۔ لوٹنے کے بعد کئی گھروں کو آگ لگا دی۔ جانوروں کو ہنکا کر آگے لگا لیا۔ ایک ایک گھر سے کواڑ' چوکھٹ کھڑکی' تخت 'کرسی' خوردنی اشیاء اور دیگر ضرویات زندگی کا سارا سامان' صندوق وغیرہ سمیٹ کر بیل گاڑیوں پر ڈال لیا ور چلتے بنے۔ اس بستی کے مظلوم مسلمانوں کے آنسو آج تک کسی نے نہیں پونچھے۔ (آن دی ریکارڈ----- طارق اسماعیل ساگر)

مراد آباد میں خون کی ہولی

مراد آباد میں سال ۱۹۸۰ء میں عید گاہ میں کیا ہوا؟ سنڈے دہلی کا رپورٹر لکھتا ہے۔ پولیس کی موجودگی میں سئور چھوڑ دیئے گئے۔ اور جب دعا ہونے لگی تو ارد گرد سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ جب میں فساد کا یہ منظر دیکھنے گیا تو جھٹ سے تصویریں بنا لیں چار سور لاشوں کو جھنجھوڑ رہے تھے جو ایک کپڑے کے چھیتھڑے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ مسٹر اجیت کمار ہندو نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ایک گھر میں ہم نے کئی نوجوانوں کو لاٹھی بردار پولیس کی آنکھوں کے سامنے ایک سفید پتھر پر چھرے تیز کرتے دیکھا اور ہمیں فخر سے بتایا گیا کہ گذشتہ رات رام تلیہ پر ۲۲ مسلمان قتل ہوئے۔ اور اس لڑکی کا معاملہ تو خاص طور پر اندوہناک ہے۔ جو رام تلیہ پر زخمی ہو گئی تھی مگر ابھی زندہ تھی۔ جب پولیس آئی تو اس نے لڑکی سے پوچھا آیا وہ حملہ آوروں کو جانتی ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ مقامی غنڈے تھے۔ تب وہ اسے لے گئے اور

بعد میں وہ مردہ پائی گئی۔ کیونکہ وہ مقامی غنڈوں کو جانتی تھی۔ شام کو جب ہم جانے ہی والے تھے' ہم نے مراد آباد پلیٹ فارم پر ایک سانحہ دیکھا۔ کچھ مسلمان عورتیں جو کاشی ایکسپریس کی منتظر تھیں' چیخ رہی تھیں اور لفنگے ان کا پیچھا کر رہے تھے اور تھپڑ مار رہے تھے۔ بتایا گیا کہ اسی ٹرین پر مراد آباد کے قریب میرا اسٹیشن پر حملہ ہوا اور دو برقعہ پوش خواتین اغوا کر لی گئیں۔

مذکورہ واقعہ پر یوپی کی اسمبلی مین ممبر اسمبلی محمد اعظم کا واویلہ

یہ میں ایک گھر کا فوٹو لایا ہوں' جس میں سوائے جلے ہوئے قرآن مجید سے کچھ نہ ملا اور یہ ایک عورت کا فوٹو ہے۔ جس کے سب بچے مارے گئے اور یہ اس صدمے سے پاگل ہو گئی ہے۔ یہ فوٹو مبین خان کے گھر کا ہے۔ وہ آپ کی قانون ساز اسمبلی کے کانگرسی ممبر کا ملازم تھا' اور اسی علاقے میں رہتا تھا۔ انہوں نے اسے بھی مار دیا اور اس کے بیٹے کو بھی۔ اسکی بیوی بچ گئی کیونکہ انہوں نے اسے مردہ سمجھ لیا تھا۔ اگر یہ ہونا ہے۔ جمہوریت اسی راہ پر چلتی ہے تو کمزور فریق کا کوئی بھی فرد یہاں نہیں ٹھہرنے کا۔

میں حکومت سے پوچھتا ہوں' کیا کوئی شخص عید گاہ میں نماز کے لئے کمر سے بم باندھ کر جاتا ہے؟ یا اسی غرض سے بندوق اور مارٹر رکھتا ہے؟ کیا کوئی باپ یا بھائی اپنے ہی بچوں کو اپنے قدموں تلے روند سکتا ہے؟ کیا کوئی ماں اتنی بے درد ہو سکتی ہے کہ اپنے ۴ تا ۸ سالہ بچوں کو ان کے سروں پر سرخ' نیلے' پیلے فیتے باندھ کر باپ کے ساتھ جانے دے؟ اگر اسے ان کے لئے خطرہ محسوس ہو رہا ہو؟ کون باپ اپنے بچوں کو مارنے کے لئے بم لیکر چلے گا؟ مگر دعوی یہی ہے۔ حکومت بتائے تو کتنے مارٹر' کتنی بندوقیں' کتنے بم اسے عید گاہ سے دستیاب ہوئے؟

میں آپ کو صاف بتاتا ہوں کہ ۲۰۰ افراد قتل ہوئے ہیں اور ۔ایوان میں بار بار خلل اندازی کے باعث) جب ہمیں سچی بات کہنے نہیں دی جاتی تو ہمیں یہاں ایک دن ٹھہرنے کا بھی حق نہیں ہے۔

یہ دیکھئے گل شہید چوراہے کا فوٹو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایک لفظ بھی غلط نکلے تو ایوان جو سزا دینا چاہے مجھے قبول ہے۔ یہاں گل شہید چوراہے کے سو میٹر نصف قطر کے دائرے کے اندر ۲۷ افراد............. مسلمان............. اپنے گھروں سے کھینچ نکالے گئے اور دس منٹ کے اندر اندر قتل کر دیئے گئے۔ جس جگہ یہ مرکر گرے وہ اب بھی انکے خون سے آلودہ ہے اور میں ان کا فوٹو لایا ہوں۔۔ قریب ہی ایک مسجد ہے۔ جس کی چھت پر مسلمانوں نے پناہ لی۔ انہیں پی' اے سی نے مسجد سے گھسیٹ نکالا اور مار ڈالا۔ کاش! وزیر اعلی ان بے گناہ مقتولوں پر ہمدردی کے چند آنسو ہی ٹپکا دیتے یا اگر ہمت ہے تو اس خونریزی کی ذمہ داری قبول کریں۔ جناب والا ' کمزور تر فرقے کا ہر فرد یہ بات دکھ سے محسوس کرتا ہے کہ اس کے لئے اس ملک میں کوئی جگہ نہیں۔ میں اس شعر پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

یہ کتبہ ہر سنگ میل پر لگا دو
خود محافظ کے دامن پر خون کے داغ پائے گئے ہیں۔

ہماچل پردیش

یہ وہ صوبہ ہے جس کی سرحد کشمیر کے ساتھ ملتی ہے یہاں کے برہمن اور بنئے حد درجہ متعصب ہیں۔ یہاں سے آنے والے ایک دوست نے مجھے بتلایا کہ چند ماہ پہلے کشمیر کا ایک مسلمان مزدوری کرنے کے لئے ہماچل پردیش گیا۔ وہ وہاں فوت ہوگیا تو وہاں کے ہندوؤں نے اسے دفن کرنے کی اجازت

نہ دی اور کہا کہ اسے کتوں کے آگے ڈال دو ہم اس ملیچھ کو یہاں دفن نہ ہونے دیں گے آخر کار اس کے ساتھیوں نے پنڈت کے سامنے بہت منتیں کیں تو تب جاکر اتنی اجازت ملی کہ جنگل میں ایک گڑھا کھود کر دفن کردیا جائے اور اوپر قبر نہ بنائی جائے بلکہ زمین برابر کردی جائے تاکہ کسی ہندو کو پتہ نہ چلے۔

یاد رہے! ہماچل پردیش وہ علاقہ ہے کہ جب پاکستان بنا تھا تو یہاں کے مسلمانوں کی آبادیوں کی آبادیاں ملیا میٹ کردی گئیں تھیں۔ مسلمانوں کی ویران بستیوں کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں ظلم اس قدر کیا گیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو فضا میں لہرا کر نیچے تلوار کردی جاتی اور بچہ اس میں پرو کر چیختا ہوا تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔ اسی طرح مسلمانوں کو جیپوں اور بسوں میں بھرا گیا کہ پاکستان چھوڑ آتے ہیں اور پھر جیپوں اور بسوں کو دریا میں پھینک دیا جاتا۔

ضمیر کی عدالت میں

برصغیر کے ہندو باسیو! ہم نے آپ کے سامنے مسلمانوں اور ہندوؤں کے عملی کردار رکھ دیئے۔ ذرا سوچیے! ضمیر کی عدالت سے فیصلہ لیجئے کہ کیا اس ظلم و سربیت کا باعث برہمن کی مذہبی کتابیں اور ان کے مفادات نہیں ہیں؟ یقیناً یہی ظلم و سربیت کا باعث ہیں۔ مگر پھر بھی دو برہمنوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۸۵ء کو کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن کے خلاف رٹ دائر کر دی کہ قرآن کے تمام عربی نسخوں اور تراجم کو خلاف قانون قرار دے کر ضبط کیا جائے۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر مسلمانوں کو کینسر قرار دے کر ہندوستان میں پوسٹر لگائے جاتے ہیں۔

"قرآن چھوڑ دو یا ہندوستان چھوڑ دو"

اب ذرا سوچو! کہ جو قرآن کافروں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ اس قرآن کے ماننے والوں سے پاکستان کے ہندو محفوظ ہیں کہ نہیں --؟ یقیناً محفوظ اور پر امن ہیں تقسیم برصغیر سے لے کر اب تک انہیں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ جبکہ تم نے پاکستان بنتے ہی قتل عام شروع کر دیا۔ انڈیا کے اندر فسادات شروع کر دیئے۔ چنانچہ لیاقت علی خان کو جواہر لعل نہرو کے ساتھ اقلیتوں کے تحفظ کا معاہدہ کرنا پڑا، مگر اس معاہدے کی تم نے دھجیاں اڑا دیں۔

جی ہاں! ہمارا قرآن ہمیں جہاد کا حکم دیتا ہے۔ مگر ان کے خلاف جو ظالم ہیں اور ان ظالموں کے خلاف آج مجاہدین، کشمیر میں برسرپیکار ہیں۔ وہ عام پبلک کے خلاف نہیں بلکہ آرمی کے خلاف بر سرپیکار ہیں۔ مجھے لشکر طیبہ کے ایک مجاہد نے بتایا کہ ہم جموں کے علاقوں میں آرمی کے کیمپ پر کارروائی کرنے گئے مگر نہ کر سکے اور واپس آ گئے۔ راستے میں ہندو آبادی بھی آئی، ان کے مندر بھی آئے اور انکے بندے بھی ملے۔ مگر ہم نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ ہمارا ٹارگٹ ہم سے لڑنے والے مسلح ہندو ہیں۔ نہ کہ عام نہتے لوگ-- اسی طرح لشکر طیبہ کے ایک مجاہد نے مجھے بتلایا کہ مقبوضہ وادی میں ہماری جاسوسی کے لئے انڈین لڑکیاں آئیں۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مگر پھر بھی چھوڑ دیا اور کہا کہ جاؤ۔ ہمارا تم سے مقابلہ نہیں۔ حوا کی بیٹیو جاؤ۔ ہم مجاہدین ہیں۔ عورتوں کو کچھ نہیں کہا کرتے۔ تو یہ ہیں مجاہدین جن کے ہاتھوں سے جموں اور کشمیر میں بھی عام ہندو محفوظ ومامون ہیں۔ جب کہ پاکستان کے ہندوؤں کی جان ومال اور عزت کی حفاظت تو ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہ ہمارے ذمی ہیں۔ اور ہم نے ان کی حفاظت کر کے تم پہ کوئی

احسان نہیں کیا بلکہ ان کی حفاظت کرنا ہمارے دین کا تقاضا ہے۔ اب ہم ہی آپ سے پوچھتے ہیں۔

ذرا بتلاؤ تو سہی؟ اس زمین پر' اس دھرتی پر'اس پرتھوی پر' نظام قرآن کا ہونا چاہئے یا برہمن ہندو کا؟ ہم یہ فیصلہ ہر ہندو کے ضمیر سے کرتے ہیں۔ اور جو اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے وہ ہمارے پاس آئے۔ انصاف کی دعوت کو قبول کرے۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔

آیئے !کہ مل کر ظلم کے خلاف آواز بلند کریں۔ عام آبادی وہ پاکستان کی ہو یا انڈیا کی۔ محبت اور پیار سے ایک اللہ کی طرف دعوت دیں۔ اور ہتھیار بند انڈین ظالم کے خلاف کلاشن اٹھا کر جہاد و قتال کریں کہ مظلوموں اور بے گناہ انسانوں کے ساتھ خون کی جو ہولی کھیلی جا رہی ہے اس کھیل کو اب بند کریں---------- مگر یہ کھیل بند نہ ہو گا جب تک کہ..........

برہمن سامراج اور برہمنیت کو برصغیر کی دھرتی پر مغلوب نہیں کر دیا جاتا۔

پنڈت جوشی سے ملاقات

میں نے پردیپ سے کہا! میں کسی ہندو پنڈت سے ملاقات کرکے ہندو مذہب جاننا چاہتا ہوں اس پر پردیپ نے کہا! ہمارے شہر کے سب سے بڑے برہمن پنڈت جوشی ہیں۔ یہ ریٹائرڈ پروفیسر ہیں۔ اردو سندھی تو جانتے ہی ہیں۔ انگریزی اور ہندی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہم پنڈت کے گھر کی جانب چل دیئے۔ پنڈت صاحب اپنے گھر کی گلی میں مل گئے۔ آج ہولی کا دن تھا وہ بڑے مصروف تھے مگر پنڈت صاحب نے ہمارے لئے وقت نکالا اور کہا کہ میں پردیپ کے گھر ہی تھوڑی دیر میں آجاتا ہوں چنانچہ پنڈت صاحب آگئے اور پھر ان سے گفتگو شروع ہوگئی۔

سوال۔ ساری کائنات کے خالق کو ہم اللہ کہتے ہیں۔ اس اللہ کو عیسائی بھی مانتے ہیں اور یہودی بھی۔ لامحالہ آپ بھی اسے مانتے ہیں۔ آپ لوگ اسے ایشور کہتے ہیں۔ بعض لوگ بھگوان بھی کہتے ہیں اس کی کوئی شکل وصورت یا بت آپ کے مذہب میں ہے؟

جواب۔ نہیں! اس کی کوئی شکل وصورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔ البتہ وہ مختلف شکلیں اختیار کرکے مختلف روپوں میں آتا ہے وہ ہر دور میں دنیا میں مختلف شکلوں میں آیا ہے۔ کبھی کرشنا کی شکل میں کبھی رام کی شکل میں۔ تو کرشنا اور رام۔ بھگوان ہی کے مختلف روپ ہیں۔ وہ ان روپوں میں اس دنیا میں آتا ہے۔۔

سوال۔ جنت اور جہنم کا آپ کے ہاں کیا تصور ہے۔

جواب۔ ہم جنت اور جہنم کو مانتے ہیں جو اچھے کام کرے گا اسے "نرگ" یعنی جنت ملے گی اور جو برے کام کرے گا اسے "سورگ" یعنی جہنم ملے گی۔

سوال۔ تناسخ کے عقیدے کے مطابق جو شخص اس دنیا میں اچھے کام کرتا ہے وہ اگلے جنم میں اونچی ذات میں پیدا ہوتا ہے۔ خوشحال ہوکر پیدا ہوتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے تو وہ اگلے جنم میں نیچی ذات میں پیدا ہوتا ہے حتی کہ کتا اور خنزیر بھی

بن جاتا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ جنت جہنم انہی جسموں کے ہیر پھیر میں ہوتی ہے۔

جواب۔ ہاں یہی تو جنت جہنم ہے۔

سوال۔ پنڈت صاحب۔ پھر جنت جہنم مجازی چیز ہوئی حقیقی تو تو نہ ہوئی۔

جواب۔ ہاں جی! وہ کوئی رہائش گاہ نہیں ہے جیسا کہ آپ کے ہاں جنت کا تصور ہے۔ ہاں البتہ ہمارے ہاں روحوں کا ایک مقام ہے۔ اچھی روحوں کا بھی اور بری روحوں کا بھی مگر وہ مقامات صرف روحوں کے لئے ہیں روحوں کا جسم نہ ہوگا وہاں اچھی روحوں کی جگہ کو آپ جنت کہہ لیجئے اور بری روحوں کی جگہ کو جہنم کہہ لیجئے۔

سوال۔ ان مقامات پر جاکر روحیں ہمیشہ وہیں رہیں گی؟

جواب۔ نہیں بلکہ جو اچھی روح جتنے اچھے عمل کرکے گئی ہے۔ ان عملوں کے مطابق قیام ہوگا جب ان عملوں کے مطابق وقت گزر جائے گا تو اچھی اور بری دونوں روحوں کو دنیا میں آنا ہوگا یا یوں کہہ لیجئے نیک روح جتنا روپیہ لے کر گئی ہے جب وہ ختم ہوجائے گا تو اسے جنت سے دھکیل دیا جائے گا اور بری روح کی جگہ کا قیام جب اس کے برے کرموں "عملوں" کے مطابق ہوجائے گا تو اسے بھی دنیا میں واپس دھکیل دیا جائے گا۔

سوال۔ تو جناب نئے نئے جنموں کا سلسلہ کبھی ختم بھی ہوگا کہ نہیں؟

جواب۔ جو "نروان" حاصل کرلے یعنی بھگتی "عبادت" کرکے آخری مقام پر پہنچ جائے اس کی آتما (روح) پرماتما "خدا" میں جاملے اسے اس چکر سے نجات مل جائے گی۔

سوال۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ساری روحیں (آتمائیں) پرماتما (خدا) سے نکلیں اور وہ بھگتی (عبادت) کرکے آخر کار اسی میں مل جائیں گی۔ اس سے تو پنڈت صاحب آپ کا خدا کہ جسے آپ ایشور کہتے ہیں اس کی تنقیص اور اس میں عیب

ثابت ہوتا ہے کہ جب اس سے روحیں نکل گئیں تو کچھ چیزیں کم ہوگئیں اسی طرح پھر اس کے اندر کچھ چیزیں داخل ہوگئیں تو یوں آپ کا خدا گھٹتا بڑھتا ہے اور جس پر کمی اور نقصان کے احوال طاری ہوجائیں وہ بے نیاز ایشور تو نہیں ہو سکتا؟

جواب۔ ہمارے منتروں کے مطابق ایشور نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے اپنے ہی روپ سے پیدا کی ہے اور یہ اسی طرح سے ہے کہ اس سے ایک نکل گیا پھر ایک رہ گیا۔ ایک سے ایک نکلا پھر ایک رہ گیا ایک جمع ایک میں تھری ون رہتا ہے۔ یہ بالکل ایک علیحدہ چیز ہے۔

سوال۔ عیسائی لوگ بھی ایسا ہی کہتے ہیں کہ ایک میں تین ہے اور تین میں ایک ہے۔ ایسا ہی فلسفہ آپ کا ہے جو سمجھنے والوں کے پلے آج تک نہیں پڑ سکا۔

جواب۔ آپ کے پلے پڑے یا نہ پڑے مگر یہ بالکل ایسا ہی ہے اس سے اس کی ہستی میں کمی نہیں آتی۔

سوال۔ ہمارا اسلام ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ دنیا ایک روز ختم ہوجائے گی۔ اس روز کو ہم قیامت کہتے ہیں جبکہ آپ کے ہاں قیامت کا کیا تصور ہے کیا دنیا کا کوئی "End" خاتمہ ہے کہ نہیں؟

جواب۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بھگوان جب چاہتا ہے دنیا کو شروع کر دیتا ہے اور وہ چلتی رہتی ہے ایک وقت آنے پر ہر چیز درہم برہم ہوجاتی ہے مگر کسی شئے کا بھی وجود بالکل ختم نہیں ہوتا بلکہ یہ بربادی کا دور ایسے ہی ہوتا ہے جیسے دن کے بعد رات پڑ جائے اور لوگ سوجاتے ہیں اور اس کے بعد پھر دن چڑھ جاتا ہے اور سورج نکلتا ہے تو اس طرح یہ دنیا پھر سے قائم ہوکر جاری وساری ہوجاتی ہے۔ البتہ جس کو نروان نہیں مل سکا یعنی وہ خدا کے وجود میں مل نہیں گیا وہ پھر سے واپس آئے گا اور اپنے کرموں (اعمال) کے مطابق انسان بنے گا اور کوئی کتا اور بلا بنے گا۔

سوال۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دنیا کبھی ختم نہ ہوگی بلکہ جاری رہے گی اور انسان بھی تناسخ کے چکر میں چلتا رہے گا۔
جواب۔ ہاں! جو پرماتما میں مل گیا وہ تو ختم ہوگیا۔ وہ کامیاب ہوگیا اور باقی انسان چلتی دنیا میں چلتے رہیں گے اور ان کا یہ چل چلاؤ جاری رہے گا جب تک ان کی خواہشات کا خاتمہ نہیں ہوجاتا۔ اور پوری طرح نروان نہیں مل جاتا اور نروان کا مطلب یہی ہے کہ وہ خدا میں مل جائے جیسا کہ آپ لوگ بھی کسی کے فوت ہونے پر کہتے ہیں۔ "واصل بحق' جاں بحق یعنی وہ حق "خدا" کے ساتھ مل گیا۔ اس کی جان اس میں مل گئی۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ جب انسان "ایشور" میں مل گیا تو پھر اس کی خواہشات ختم اور وہ خود بھی ختم وہ ایشور میں گم ہوکر "ایشور" بن گیا۔
وضاحت۔ پنڈت صاحب! یہ جو اللہ میں شامل ہونا اور اس سے نکلنے کی باتیں ہیں ہمارا اسلام اس کی نفی کرتا ہے وہ کہتا ہے لم یلد ولم یولد۔ نہ اس میں سے کوئی چیز نکلی اور نہ وہ کسی چیز سے نکلا تو یہ اللہ میں شامل ہوکر ایک وجود اختیار کرنے کی جو باتیں ہیں انہیں "وحدت الوجود" کہا جاتا ہے اور یہ عقیدہ اسلام کے صریحا خلاف ہے۔
سوال۔ دوسرے مذاہب کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟
جواب۔ منزل ایک ہے راستے جدا جدا ہیں۔ آپ من کی غرض پوری کرنے (عبادت کرنے) مسجد میں جاتے ہیں ہم مندر کا رخ کرتے ہیں۔
سوال۔ مگر آپ کا راستہ تو بت پرستی ہے۔ لکڑیوں اور پتھروں کی مورتیوں کی پوجا ہے کیا آپ کے دھرم میں مظاہر پرستی کے اس راستے کی ممانعت نہیں ہے؟
جواب۔ ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ آپ منازل طے کرتے کرتے اس قدر ایڈوانس ہوجائیں تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ بھگوان سے براہ راست مل سکیں گے اور پھر آپ کو کسی مورتی کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں رہے گی لیکن

جب تک یہ مقام نہیں ملتا مورتیوں کا سہارا تو لیا جائے گا کہ یہ مورتیاں اسی بھگوان کے اوتاروں کی ہیں۔

سوال۔ پنڈت صاحب! جب بھگوان ہر چیز میں ہے تو بھگتی کرنے والے انسان میں بھی ہے لہٰذا دوسرے انسانوں اور مورتیوں کی پوجا کی بجائے اگر پجاری اپنی ہی پوجا کرلے تو کیا یہ ٹھیک ہوگا کیونکہ آپ کے عقیدے کے مطابق ہر ایک میں بھگوان ہے؟

جواب۔ ہاں اپنی پوجا کر سکتا ہے لیکن وہ پوجا اس کی نہ ہوگی انسان کی نہ ہوگی۔ پوجا بھگوان ہی کی ہوگی البتہ پوجا کے لئے ہر ایک کا لیول مختلف ہے۔

سوال۔ ہندومت پر اسلام کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب۔ جب اسلام برصغیر میں آیا تو چونکہ وہ مورتی پوجا کا مخالف ہے۔ لہٰذا ہندوؤں میں بھی مورتی پوجا کم ہوگئی۔ اسلام کا یہ بھی اثر ہوا ہے کہ ہندوؤں میں ہندومت کے عقائد واعمال کمزور پڑ گئے چنانچہ اس کے بعد سیکولرزم کا آغاز ہوگیا۔ اسی طرح سکھ مذہب بھی اسلام کے اثرات کی وجہ سے وجود میں آیا۔ حمزہ صاحب! بات یہ ہے کہ ہمارا دھرم اہنسا "امن" کا پرچار کرنے والا ہے چنانچہ ہم ماس "گوشت" نہیں کھاتے کیونکہ یہ جانوروں پر ظلم ہے جبکہ آپ قربانی کے موقع پر لاکھوں جانور کھا جاتے ہیں۔

جواب۔ ہمارے ہاں جانور قربان ہوتے ہیں جبکہ ہندوؤں کے ہاں تو دیوی کے چرنوں میں بندے قربان کئے جاتے ہیں۔ غرض بات چلی رہی تھی کہ ہمارا میزبان کھاٹاؤ جانی بولا۔ پنڈت صاحب! جدید تحقیق کے مطابق تو نباتات کو حیوانات کی صف میں شامل کیا گیا ہے چنانچہ اگر حیوان کا گوشت کھانا اہنسا کے خلاف ہے تو سبزیاں کھانا بھی اہنسا کے خلاف ہے۔۔۔ اس پر پنڈت نے خاموشی اختیار کرلی۔۔۔ کہنے لگے! مجھے جلدی ہے۔ ہم نے پنڈت صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ

انہوں نے ہمارے لئے اتنا وقت نکالا اور یوں یہ گفتگو ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوئے۔

درگاہ سے مندر تک

۲۱ مارچ کا خطبہ جمعہ میں نے ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد کے گاؤں ناگرا میں پڑھایا۔ اگلے دن میں نے فیصل آباد سے کراچی اور پھر یہاں تھر میں آنا تھا۔ میرے پاس چونکہ وقت تھا اس لئے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ کمالیہ شہر کی ایک نواحی بستی میں "ابن شاہ" کے نام سے ایک درگاہ ہے وہاں ایک عجیب وغریب شئے کی پوجا ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم اس درگاہ کی جانب چل دیئے جب ہم مزکورہ بستی میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھ کر بستی کے ساتھ واقع مزار ابن شاہ پہنچ گئے۔ مزار کے مجاوروں میں سے ایک مجاور ریاض نامی نوجوان بھی آگیا۔ ہم نے مجاور سے پوچھا کہ بابا کے مزار پر وہ کون سی سے خاص شئے ہے جس کی پوجا ہوتی ہے کہنے لگا وہ حضرت کی نشانی ہے میں نے کہا اسے ذرا لاؤ۔ پتہ چلا کہ پہلے تو یہ نشانیاں دربار کے سامنے رسی پر لٹکی ہوا کرتی تھیں مگر جب بات معروف ہوئی تو شرم محسوس کرتے ہوئے مجاوروں نے ان نشانیوں کو خفیہ رکھ لیا۔ بہرحال ایک نشانی وہ ہمارے لئے بھی لایا۔ اور کہنے لگا جتنا ہدیہ اس کا دے سکتے ہو وہ دے دو۔ سودے بازی کی تکرار کے بعد ایک سو روپے پر مجاور مانا جبکہ ہم ابھی تک پچاس روپے پر اٹکے ہوئے تھے۔ بہر حال سو روپیہ دیا اور یہ نشانی لے لی۔ کہنے لگا جو عورت بھی اسے پیٹ پر پھیرے اس کے بچہ پیدا ہوگا۔۔۔ میں نے پوچھا! آپ شادی شدہ ہیں؟ کہنے لگا۔ جی ہاں۔ میں نے کہا! کتنے بچے ہیں۔ کہنے لگا ایک۔ میں نے پوچھا۔ بیٹی ہے یا بیٹا؟ کہنے لگا بیٹی۔ میں نے کہا! ارے تم نے اس نشانی سے فائدہ نہیں اٹھایا؟ کہنے لگا! اگلی بار فائدہ اٹھائیں گے۔ اب جو میری نظر اس کے کان پر پڑی تو وہ چڑ مڑ تھا۔ میں نے کہا! میاں ریاض! تو تو بابا کا مجاور ہے اور تیرا کان ایسا کیوں ہے؟ کہنے لگا! میں بابا

کا ملنگ ہوں اور یہ میری ملنگی کی نشانی ہے۔
قارئین کرام! پنڈت صاحب سے گفتگو کے معا بعد یہ واقع میں نے آپ کو اس وجہ سے سنایا کہ پنڈت صاحب کے انٹرویو کے بعد میں جب مٹھی شہر کے مندر میں گیا تو وہاں اس شئے کی پوجا کا منظر دیکھا جسے میں درگاہ میں دیکھ آیا تھا۔ تو جناب! جب ہم مندر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں وہاں پتھر کا ایک لنگ (انسان کا قابل ستر حصہ) زمین میں گڑا ہوا ہے اوپر ایک بڑا سا برتن رسی کے ساتھ لٹک رہا ہے۔ اس برتن کے اندر دودھ ہے۔ دودھ کا ایک ایک قطرہ لنگ پر گر رہا ہے۔ قریب گائے بیٹھی ہے۔ ہندو عورت جو پجارن تھی۔ یہاں موجود تھی آج تو ہولی کا دن تھا۔ مندروں میں بھی رونق تھی ان مناظر کی پوجا خوب ہو رہی تھی۔
ہندی زبان میں "لنگ" مرد کے قابل ستر حصے کو کہتے ہیں اور ملنگ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنی خواہشات کو اس قدر مارلیا کہ اس میں جنسی خواہش ہی نہ رہی۔ وہ ملنگ بن گیا۔ ملنگ ملنگی کے روپ میں کیا کچھ کرتے ہیں یہ تو ایک الگ موضوع ہے۔ بہر حال ابن شاہ کے ملنگ کی نشانی میرے پاس تھی اور اب میں اس نشانی کا ایک منظر درگاہ کے بعد مندر میں دیکھ رہا تھا۔
قارئین کرام! "لنگ" کی پوجا کے بارے میں جب میں نے پنڈت جوشی سے پوچھا تو پنڈت صاحب کہنے لگے۔ تعجب کی کیا ضرورت ہے "مورتی پوجا" کا آغاز ہی "لنگ" کی پوجا سے ہوا ہے۔ اس پوجا کے سلسلہ میں نسل انسانی کی افزائش کی تھیوری کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ایک روپ ہے اور اس روپ کی بھی پوجا ہو رہی ہے یہ تو سب روپ ہیں۔ جس کے من کو جونسا روپ پسند آجائے وہ اس کی پوجا کرلے۔ یہ پوجا پتھروں کی نہیں ہے بلکہ ان مورتیوں کے پیچھے پوجا کی جو اصل روح ہے اس کے تحت بھگوان ہی کی پوجا کی جاتی ہے۔
بات سنو! اصل مقصد بھگوان کی پوجا ہے اور وہ کہاں ہے وہ تو ہر جگہ ہے۔ اندر ہے' باہر ہے گنگا میں ہے لہٰذا گنگا کی پوجا ہے۔ برہمن میں بھی ہے۔ لہٰذا

برہمن کی پوجا ہے غرض انسان کو کیا پتہ کہ بھگوان کہاں ہے؟ اسے آخر کہاں دکھائی دے گا؟ یاد رکھئے! جب کوئی بھگتی کر کر کے نروان کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ اسے ہر چیز میں بھگوان نظر آئے تو پھر اس مرحلے پر کسی مورتی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب تک یہ مقام حاصل نہیں ہوتا تب تک کسی نہ کسی کا سہارا لینا پڑے گا۔ سادھو کا تصور سینے میں بٹھانا پڑے گا کسی کی مورتی کے سامنے پرنام کرنا پڑے گا۔ اب وہ مورتی کسی بھی چیز کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو اپنے اپنے لیول کی بات ہے۔

قارئین کرام! اللہ کے ان بندوں کو کون سمجھائے کہ ان سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے جو جنت سے نکالا تو اس کا مقصد یہ تھا۔

لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ۞(الاعراف 20)

کہ ان (آدم وحوا) کی شرمگاہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں۔ ان کے سامنے ظاہر کردے۔

چنانچہ جب انسانیت کے ماں باپ نے اپنے دشمن شیطان کی بات مان کر ممنوعہ شجر کا پھل کھایا کہ جس کے کھانے سے اللہ نے انہیں منع کر رکھا تھا۔ تو ان کے کپڑے اتر گئے ـــــــ اور یہی شیطان چاہتا تھا غرض شیطان جس طرح آدم وحوا کا دشمن تھا اس طرح وہ ان کی اولاد کا بھی دشمن ہے اور کپڑے اتارنے پر لگا ہوا ہے کہیں تہذیب وثقافت کے نام پر اور کہیں تقدس کے پردے تلے مذہب کے نام پر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس قابل مذمت کوشش سے اپنے بندوں کو خبردار کرتے ہوئے آگاہ کیا!

اِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ ۞

(البقرہ169)

وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور (اس بات کا) کہ تم اللہ (کے نام) پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تم نہیں جانتے۔

قارئین کرام! شیطان نے مذہب کے پردے میں کس خوبصورتی کے ساتھ فحاشی کو پھیلایا کہ انسان کی شرمگاہ کو دیوتا بنا ڈالا اور بزرگ کی نشانی بنا کر لوگوں کو پوجا پر لگا دیا۔ غور فرمائیں یہ سب فحاشی اللہ کے نام پر ہو رہی ہے۔ اللہ کے قرب کے حصول کے لئے ہو رہی ہے۔ اور جب انہیں منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (الاعراف28)

یہ (لوگ) جب بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسی (طریقے) پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

غور فرمائیں! ان ظالموں نے اپنی فحاشی کو اللہ کے ذمہ لگا دیا جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے جواب اور بہتان کی تردید فرماتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں!

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ (الاعراف۔ ۲۸)

میرے رسول! ان سے کہہ دو بلاشبہ اللہ فحاشی کا حکم نہیں دیتا۔

بلکہ یاد رکھو! اس مالک نے تو فحاشی پھیلانے والوں کے لئے یوں تنبیہہ کی ہے۔ فرمایا!

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور19)

بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحاشی پھیلے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یاد رکھئے! جو لوگ ثقافت وغیرہ کے نام پر فحاشی پھیلاتے ہیں۔ وہ بھی دردناک عذاب کے مستحق ہیں مگر جو مذہب کے نام پر فحاشی پھیلاتے ہیں وہ کہیں زیادہ مذمت اور عذاب کے مستحق ہیں۔

پرستش ' عبادت اور پوجا۔۔۔ اسی کی کی جاتی ہے جس سے انتہائی درجے کا پیار محبت عقیدت اور تقدس کے جذبات ہوں۔ چنانچہ جب شرمگاہ ہی کی پوجا شروع ہوجائے تو لامحالہ شرمگاہ کو بھی یہی مقام مل جائے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ شرم ختم

ہو جائے گی۔ حیاء جاتا رہے گا۔ حیاء باختگی' بدکاری' بے حیائی اور فحاشی پھیلے گی۔۔ مگر مذہب کے نام پر۔ قارئین کرام۔۔۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ شرک کرنے والے دنیا کی ہر چیز حتی کہ انسانی شرمگاہ کی مورتی اور تصویر بنا کر۔۔ اس کے سامنے پر نام کرکے' سجدہ کرکے' ہاتھ جوڑ کے فریادیں کرکے غرض سب کچھ کرنے کے بعد۔۔۔ پھر بھی پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ ہم پوجا ان چیزوں کی۔ مظاہر فطرت کی نہیں کرتے بلکہ پوجا تو بھگوان اور ایشور ہی کرتی ہیں' چنانچہ شرک کیسا۔۔۔۔ ؟ اور کچھ ایسا ہی حال یہاں ہے کہ درگاہ بنا کر اس میں انسانی شرمگاہ کو لکڑی کا روپ دے کر فروخت کرلیا۔ اس سے تبرک حاصل کرلیا مردہ بزرگ کی قبر کو سجدہ کرلیا۔ فریادیں کرلیں۔ میلہ منا لیا' عرس لگا لیا۔۔۔ اور جب شرک کی بات کرو۔ تو کہیں گے۔ جناب! شرک شرک کی رٹ لگا رکھی ہے۔ ہم ان بزرگوں اور قبروں کی پوجا کب کرتے ہیں عبادت تو ہم اللہ ہی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ تو جناب!

اگر درگاہ پر انسان کی شرمگاہ کے خشبی روپ سے تبرک لینا شرک نہیں اور قبر پر سجدہ شرک نہیں' عرس منانا شرک نہیں تو پھر مندر میں انسان کی شرمگاہ کے حجری روپ کے سامنے پرنام کرنے کو پنڈت جوشی بھی شرک نہیں مانتے۔ سادھو کے تصور کو دل میں بٹھانے کو شرک نہیں مانتے۔ سادھو کی مڑھی اور امادھی پہ میلے کو شرک نہیں مانتے ۔ تو پھر۔ اے اہل انصاف! ہم پوچھتے ہیں آخر شرک ہے کہاں؟ اگر یہ شرک نہیں تو پھر توحید کیا ہے؟

آہ! جس طرح "وحدت الوجود" کے عقیدے نے خالق و مخلوق کا فرق ختم کردیا اسی طرح شرک کے مظاہر نے شرک اور توحید کا فرق ختم کردیا۔۔۔ کوشش کر رہے ہیں کہ اس فرق اور اس امتیاز کو بھٹکا ہوا مسلمان بھی جان لے اور ہندو بھی پہچان لے مقصد دونوں کو اصل اسلام سے آگاہ کرنا ہے جو صرف اور صرف کتاب و سنت کا نام ہے۔

گنگا کے تالاب میں کتے کا اشنان

" تھر" کے شہر "مٹھی" میں ہم نے "ہولی" کا تہوار دیکھا۔ پنڈت صاحب سے ملاقات کی اور مندر بھی دیکھے' اب پچھلا پہر ہو چکا تھا۔ مٹھی کالج کے اسسٹنٹ پروفیسر محمد کھٹی کی ایک پرانی لینڈ کروزر فور وہیل جیپ حاصل کی اور ریگستان کا سفر شروع کر دیا۔ ہمارے مجاہد ساتھی بھائی عبدالرؤف گاڑی چلا رہے تھے۔ ریگستانی سفر کے ماہر تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہم "اسلام کوٹ" میں پہنچے۔ عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ رات پڑ چکی تھی' مگر صحراء میں رات کا سفر جاری رہا۔ رات گئے ہم " پیلوڑو" پہنچے۔ رات یہاں بسر کی اور اگلے دن ہم فجر کے بعد پھر چل کھڑے ہوئے۔ نہ ٹیلیفون کی سہولت' نہ بجلی موجود اور نہ پانی کے نلکے۔ صحراء ہی صحراء۔ ریگستان ہی ریگستان ' لوگ دور دراز کے سفر اونٹوں پہ کر رہے ہیں۔ جدید تہذیب کا یہاں عمل نہ دخل۔ نہ نام نہ نشان۔ صحراء میں ہم چلے جا رہے تھے کہ ایک بستی آ گئی۔ بستی کیا تھی۔ گھاس پھونس کے گنبد نما ایسے کمرے تھے کہ جن میں آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا - تین چار آدمی اس میں سو سکتے ہیں۔ ایک فیملی کا گھر اس کے افراد کے مطابق دو یا تین گنبدوں پر مشتمل ہے۔ مکان کے گرد باڑ۔ جنگل کی جھاڑیوں سے بنائی گئی ہے۔ اس بستی میں موروں کے غول دیکھے۔ ہمارے ارد گرد مور ہی مور تھے۔ ایک مور ترنگ میں آیا اور خوبصورت رنگ برنگ پر پھیلا کر ناچنے لگا۔ غرض مور بہت تھے مگر "موروالی سرکار" یہاں کوئی نہ تھی۔ یہاں پر "موراں والی سرکار" بننا بہت آسان ہے۔ گاؤں کے لوگوں سے چونکہ موروں کو کوئی خطرہ نہیں بلکہ وہ انہیں دانہ دنکا ہی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اسی شفقت نے انہیں خوف سے بے خوف اور خطرے سے بے خطر کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ یہاں ہمارے ارد گرد اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ یعنی کوئی بھی جو

یہاں ڈیرہ جما کر موروں کو دانہ دنکا ڈالنا شروع کر دے تو مور اس کے ارد گرد ہو جائیں گے اوریوں وہ شخص "موراں والی سرکار" بن جائے گا۔ کووں' کتوں اور بلیوں والی سرکاریں بھی اسی طرح بنی ہیں کہ ایک ننگ دھڑنگ بابا نے کہیں ڈیرہ جما لیا۔ کووں کو دانہ دنکا ڈالنا شروع کر دیا۔ کہا انہیں کچھ نہیں - چنانچہ ؟ غلیلے سے ڈرنے والے کوے بابا کے ارد گرد ہو لئے اوریوں "کاواں والی سرکار" بن گئی۔ ممکن ہے' ہمارے اس انکشاف سے کئی لوگ "موراں والی سرکار" بننے کا ارادہ کر لیں۔ مگر ہم انہیں بتلائے دیتے ہیں کہ غلط فہمی میں نہ مارے جانا۔ یہاں مور ضرور ہیں مگر نذرونیاز کا معاملہ مشکل ہے کہ یہ صحراء ہے اور لوگ انتہائی مسکین۔ موروں کے اس گاؤں میں کہ جس کا نام "گوٹھ کاٹن" ہے۔ اس کے کنویں پہ گاؤں کے لوگ کھڑے تھے۔ وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یوں ہم بھی اس کنویں پہ جا پہنچے۔ ہمیں کنویں کا پانی پلایا گیا۔ لوگ بڑے خوش تھے۔ ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں دیکھ کر خوش ہوئے ہیں۔ مگر پتہ چلا کہ ان کی خوشی کا سبب کنویں سے میٹھے پانی کا نکلنا ہے۔ یہاں کنواں کھودنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سب سے پہلے ریت' پھر مٹی اور پھر ریت اور مٹی کی کئی تہیں۔ اس کے بعد چٹانیں۔ اس چٹان کو توڑ کر پھر کہیں جا کر پانی نکلتا ہے۔ اور اگر کئی ماہ کی سرتوڑ کوشش اور محنت کے بعد پانی کڑوا نکل آئے کہ عموماً پانی کڑوا ہی ہوتا ہے تو ان مسکینوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اگر پانی میٹھا نکل آئے تو پھر شادی کا سماں بندھ جاتا ہے۔ وہ دن گویا عید کا دن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں بتلایا گیا کہ گذشتہ رات ہی اس کنویں سے پانی میٹھا نکلا ہے۔ چنانچہ گاؤں میں مٹھائیاں بانٹیں گئیں۔ اچھے اچھے کھانے پکائے گئے۔ ہر گھر دوسرے گھر کو' اور ہر فرد دوسرے فرد کو مبارکباد دے رہا تھا کہ گاؤں کے کنویں سے میٹھا پانی نکل آیا ہے۔

کنویں کا پانی پی کر، مٹھائی کھا کر، اہل گاؤں کو مبارک باد دے کر، ہم آگے بڑھے۔ ہماری گاڑی صحراء کی جھاڑیوں کو جھاڑ پلاتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ صحراء میں انہی لینڈ کروزر گاڑیوں کا کام ہے کہ سفر طے کریں۔ یہ لیجئے! سامنے "رن کچھ" کا علاقہ آ گیا۔ سمندر یہاں سے پیچھے کو ہٹا ہے۔ اک شوریلا میدان ہے۔ اور اس سے آگے دلدل ۔ ہم اس علاقے کو پار کر کے "ننگر پارکر" کے شہر میں جا پہنچے۔ یہ "تھر" کا آخری شہر ہے۔ اس کے بعد انڈیا کا صحراء شروع ہو جاتا ہے۔ راجستھان کا ریتلا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ "تھرپاکر" کے ایک ہوٹل میں ہم چارپائیوں پر بیٹھے۔ ہوٹل والے سے کھانا لانے کو کہا اور پوچھا کہ ہندوؤں نے جو یہاں گنگا کا تالاب معروف کر رکھا ہے۔ ہم نے وہ دیکھنا ہے۔ ہوٹل والا کہنے لگا وہ تو یہاں سے دور ہے۔ گرمی بھی کافی ہے اور جانا پیدل پڑے گا۔ گاڑی وہاں نہیں جا سکتی۔ پہاڑ کی گھاٹیوں سے جانا ہو گا۔ ہم نے کہا! کوئی بات نہیں۔ ہم پیدل ہی ان شاء اللہ جائیں گے۔ "تھرپارکر" سے ایک گائیڈ تلاش کیا۔ ہمارا یہ گائیڈ ہندو تھا۔ جس کا نام "پونجو" تھا۔ وہ ہمارے آگے آگے چل دیا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ سخت گرمی تھی۔ ریگستان تھا۔ اور اب سامنے اونچا خشک پہاڑ تھا۔ جسے "کارونجر جبل" کہتے ہیں۔ ہم اس پہاڑ کی وادی میں ہو لئے چلتے چلتے سامنے ایک چوٹی پر ایک عمارت دکھائی دی۔ یہی وہ عمارت ہے جس میں ہمیں پہنچنا تھا۔ "تھر" کے ہندو اپنے مردوں کو جلا کر ان کی ہڈیاں یہیں لاتے ہیں۔ یہاں موجود ہندو بابا کے حوالے کرتے ہیں اور وہ بابا نذرانہ لے کر گنگا کے تالاب میں پھینک دیتا ہے۔

مردوں کی راکھ وصول کرنے والے باوا کے پاس

برصغیر کے اس کنارے پر واقع اس جگہ کو "سادھرو" کہتے ہیں۔ جب ہم "سادھرو" کی اس مردہ خور عمارت میں داخل ہوئے تو بڑا عجیب و غریب منظر تھا۔ چھوٹے سے قد کا ایک ہندو ملا۔ بس وہ اکیلا ہی یہاں تھا۔ وہ ہمیں پانی پلانے کے لئے اٹھا مگر ہم نے اسے کہہ دیا کہ ہم خود پی لیں گے۔ آپ بیٹھے رہیں۔ اس عمارت کا ایک کمرہ تھا۔ جس میں گندے برتن اور گندی گودڑیاں پڑی تھی۔ کمرے کے ساتھ ڈیوڑھی تھی۔ اس میں آٹا پیسنے والی پرانے وقتوں کی چکی پڑی تھی۔ ساتھ آگ کا "مچ" جل رہا تھا۔ برآمدے میں گودڑیاں پڑی تھیں جو انتہائی غلیظ اور بوسیدہ تھیں۔ ساتھ لکڑی کی کھڑاویں پڑی تھیں۔ کتا بیٹھا ہوا تھا اور تین گھڑے تھے' جن میں پانی تھا۔ قریب ہی راکھ پڑی تھی۔ جو غالبا مردوں وغیرہ کی تھی۔ وہاں دھاگے بندھے ہوئے تھے اور لوہے کی کچھ چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ جو شخص یہاں موجود تھا' ہم نے اس سے اس کا نام پوچھاتو اس نے بتلایا میرا نام "باوا ستھا" ہے۔

--- باوا آپکی عمر کتنی ہے؟ ستر سال۔ میں نے پوچھا کب سے یہاں رہ رہے ہو؟ کہنے لگا! میں دس سال کا تھا جب یہاں آیا تھا۔ مجھے یہاں رہتے ہوئے ساٹھ سال ہو گئے۔ باوا جس کے کپڑے چیتھڑوں کی شکل اختیار کئے ہوئے تھے اور خود باوا کو نہائے ہوئے نہ جانے کتنا عرصہ ہو چکا تھا جب کہ گرمی اس قدر شدید تھی کہ جب ہم ننگے پاؤں اس عمارت کے صحن میں داخل ہوئے تو پاؤں جل رہے تھے۔ باوا اس گرمی میں غلاظت کا پیکر تھا۔ باتیں کرتا تو منہ سے جھاگ چھوٹ چھوٹ جاتی تھی۔ ہم نے اس سے مردوں کی ہڈیاں کے بارے میں جو یہاں لائی جاتی ہیں۔ سوال کیا تو اس نے بتلایا! جو بھی ہڈیاں یہاں لاتا ہے پانچ سو روپیہ یہاں دے کر جاتا ہے۔ اس سے زائد کوئی جتنا

چاہے دے دے۔ اس رقم کے ساتھ تحائف اور نذرانے بھی ہوتے ہیں۔ غرض---- یہ تحائف اور نذرانے لے کر یہاں کا باوا ہڈیاں وصول کر لیتا ہے۔ اور پھر اشلوک وغیرہ پڑھ کر انہیں گنگا کے تالاب میں پھینک دیتا ہے۔ اب ہم گنگا کا تالاب دیکھنے کو بے تاب بیٹھے تھے اور زیادہ بے تاب تو اس ماحول سے نکلنے کو تھے۔ چنانچہ جب ہم یہاں سے نکلے تو ہمیں چند مڑھیاں نظر آئیں۔ ہم نے ان مڑھیوں کے بارے میں پوچھاتو بتلایا گیا! کہ یہاں کے گرو باوے جو مرتے ہیں تو ان کو جلایا نہیں جاتا بلکہ ایک گڑھا کھود کر اس میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ ارد گرد نمک چن دیا جاتا ہے اور اوپر کسی چیز سے ڈھانپ کر مڑھی بنا دی جاتی ہے تو یہ ہمارے گروؤں کی مڑھیاں ہیں۔ اب ہم پہاڑ کی اس چوٹی سے ذرا نیچے اترے تو ایک چھوٹا سا تالاب دکھلائی دیا۔ بتلایا گیا کہ یہی وہ تالاب ہے جس کا تعلق دریائے گنگا سے ہے۔ ارے بھئی! دریائے گنگا سے اس کا تعلق کہاں سے جڑ گیا۔ یہ خشک پہاڑ ہے۔ یہاں تو چشمہ بھی کوئی نہیں کہ تم یہ ہی کہہ سکو کہ اس چشمہ کا تعلق زیر زمین دریائے گنگا سے ہے۔ پہاڑ خشک ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو چوٹی سے پانی بہہ کر یہاں گرتا ہے اور یہ چھوٹا سا تالاب جو ہے اس میں بارش کا پانی ہے۔ یہ اب خشک ہوا چاہتا ہے۔ پانی اس میں کم رہ گیا ہے اور یہ پانی انتہائی گندہ اور غلیظ تھا۔ ہم اس تالاب کے کنارے کھڑے تھے کہ جس کے کناروں کو پختہ بنایا گیا ہے اس کی وہ جگہ جہاں سے پانی خشک ہو چکا تھا وہیں مٹی کے چھوٹے چھوٹے برتن جنہیں مٹی کی ڈولیاں کہا جاتا ہے وہ پڑی تھیں۔ انہیں ڈولیوں میں مردوں کی ہڈیوں کی راکھ وغیرہ ہوتی ہے۔ وہ یہاں پھینک دی جاتی ہیں۔ غرض غلاظت سے غرقاب یہ تالاب ہم تمام ساتھی دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک کتا نمودار ہوا۔ جو گرمی سے ہانپ رہا تھا۔ زبان اس کی باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ سیدھا اس تالاب میں داخل ہو گیا اس نے

ڈبکی لگائی اور جسم کو جھاڑتا ہوا باہر نکل آیا اور یہ گیا اور وہ گیا۔ میں نے کہا! پربیت صاحب! اس کا تو "تیرتھ" ہو گیا' اس نے اشنان (غسل) کر لیا اور یہ تو پوتر (پاک) ہو گیا۔ پتہ نہیں اگلے جنم میں یہ کیا تھا۔ پربیت کہنے لگا! کمبخت پتہ نہیں کس کا گندہ جنم تھا۔ جس نے آج ہماری بے عزتی کروا دی-------- میں نے کہا! یہ بھی تو ممکن ہے کہ جناب پنڈت جواہر لعل نہرو ہوں۔ کشمیر کا پاپ (گناہ) کرنے کے بعد وہ اس روپ میں آ گئے ہوں۔ تھر میں گھوم رہے ہیں اور اب ہمارے دیکھتے دیکھتے گنگا کے تالاب کا اشنان کر کے چلے گئے ہیں۔ میں نے پربیت سے کہا! یار اس قدر غلیظ جگہ میں ہڈیاں پھینکنے کی بجائے اور اتنا دور آنے کی بجائے بہتر ہے کہ سمندر میں پھینک دی جائیں ۔کیونکہ سمندر کیساتھ تو دریائے گنگا کا تعلق بنتا بھی ہے۔ کہ گنگا ہو' جمنا ہو' سرسوتی ہو۔ سب آخر کار سمندر میں ہی گرتے ہیں۔ کہنے لگا! میں تو یہ وصیت کروں گا کہ اس تالاب کی بجائے مجھے سمندر میں پھینک دینا۔ اس تالاب کے کنارے پر ایک باتھ روم بھی بنا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں عورتیں آ کر غسل کرتی ہیں۔ جب کہ مرد حضرات کنارے پر غسل کر لیتے ہیں۔ اس قدر گندے اور غلیظ ترین پانی میں مردوں اور عورتوں کا اشنان کرنا بڑا ہی عجیب لگ رہا تھا۔ مگر یہ سب عقیدے کی خرابیاں ہیں-- عقیدہ ہی گندہ ہو تو وہ انسان کو گندے اور غلیظ کاموں پر لگا دیتا ہے۔ اور غلیظ کام کر کے انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ پاپوں سے "پوتر" ہو گیا ہے۔

یاد رہے! ہندو دریاؤں کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ دریاؤں کو مقدس جانتے ہیں اور گنگا کو تو سب سے بڑھ کر مقدس جانتے ہیں۔ گنگا کے بعد جمنا کا نمبر ہے اور انڈیا کے شہر "جونپور" میں جہاں گنگا' جمنا اور سرسوتی تینوں دریا ملتے ہیں' وہ سب سے بڑا مقدس مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی "شمشان بھومیاں" یعنی وہ مقامات جہاں ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں عموما دریاؤں

کے کناروں پر ہوتی ہیں۔ اب جہاں دریا نہ مل سکے مثال کے طور پر "تھر" میں کہ جو ریگستان ہے۔ پانی کا نام و نشان نہیں تو پھر وہاں بارش کے کھڑے پانی کا تعلق گنگا کے ساتھ ملا لیا جاتا ہے۔

یورپین باشندے گنگا کے کنارے پر

قارئین کرام!-------- تالاب تو ہو گیا گندہ۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ دریاؤں کے کناروں پر کوئی صفائی یا ستھرائی ہو گی۔ وہاں پر بھی غلاظت ہی غلاظت اور گند ہی گند ہے۔ دریائے گنگا کو دیکھ لیجئے جو ہندوؤں کا مقدس ترین دریا ہے۔ اور سب سے مقدس ترین شہر "بنارس" سے ہو کر گزرتا ہے۔ پروفیسر محمد اسلم اپنی کتاب "سفر نامہ ہند" میں لکھتے ہیں' ۱۹۵۵ء کے سفر بنارس میں میرا ارادہ سمیرا گھاٹ پر اشنان کرنے کا تھا۔ میں نے متعدد بار اپنی خواہش کا اظہار کیا اور ہر بار ڈار صاحب نے میری مخالفت کی۔ میں سمیرا گھاٹ پر گنگا میں اشنان کرنے پر مصر تھا۔ جب ہم سمیرا گھاٹ میں اشنان کرنے پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک ہندو کھڑے ہو کر ایک نالی میں پیشاب کر رہا ہے اور وہ نالی سمیرا گھاٹ کی سیڑھیوں سے قریب ہی گنگا میں گرتی تھی۔پانی کا بہاؤ نیچے کی جانب تھا۔ اس لئے اس نالی کا اور اس جیسی صد ہا نالیوں کا غلیظ پانی گنگا میں گرتا تھا۔ یہ پانی سمیرا گھاٹ سے مس ہو کے آگے جاتا تھا۔ ڈار صاحب نے مجھے اس ہندو کو نالی میں پیشاب کرتے ہوئے دکھایا اور پوچھا کہ اس گھاٹ پر کہاں اشنان کرو گے؟ میں نے توبہ توبہ کرتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا اور ہندو تھے کہ اس گھاٹ پر اشنان کرنا نجات اخروی سمجھتے تھے اور گنگا جل تبرک کے طور پر اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔

غرض دریائے گنگا میں ہندو لوگ اس قدر مردوں کی راکھ اور ہڈیاں جس کو وہ عقیدت سے "پھول" کہتے ہیں۔ بہا رہے ہیں کہ اب خود ہندوستان میں

دریائے گنگا کی آلودگی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ کام بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں آباد ہندو بھی اپنے مردوں کی ہڈیاں انڈیا میں پارسل کر دیتے ہیں تاکہ گنگا میں بہا دی جائیں۔ بعض اس مقصد کے لئے خود بھی انڈیا چلے آتے ہیں اور تو اور اب تو امریکہ' برطانیہ اور یورپ کے لوگ جو ہندوؤں کی فلمیں' ان کا لٹریچر اور کلچر ملاحظہ کرتے ہیں تو مادی دنیا کے ستائے ہوئے یہ لوگ بھی مرتے وقت وصیت کر دیتے ہیں کہ ان کی لاش کو جلا کر گنگا میں بہا دیا جائے۔ تاکہ وہ اخروی کامیابی حاصل کر لیں۔ ایک ہندو "شری واستو" کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ ہمارے ایک کرم فرمانے ہمیں ارسال کیا۔ اس کے مطابق امریکہ میں کئے جانے والے ایک سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بہت سے امریکی "آواگون" یا "تناسخ" جس کا مطلب ہے بار بار جنم لینا اور مرنا کے عقیدہ کو قبول کر رہے ہیں۔ چنانچہ امریکہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں بہت اضافہ ہو چکا ہے اور ایسی کتابیں ۔جن میں روحانیت اور اخروی نجات کی بات ہو۔ ہاتھوں ہاتھ بکتی ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر لکھی جانے والی صرف ایک کتاب کی دس لاکھ کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کی اشاعتی مشینری اپنی ثقافت کو اجاگر کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر کام کر رہی ہے۔ خصوصاً امریکہ اور یورپ میں اس مد میں حکومت بھاری رقم خرچ کرتی ہے۔ جس کے نتیجے میں یورپی باشندے روح کا سکون حاصل کرنے کے لئے بڑی تعداد میں بھارت پہنچتے ہیں۔ ہر سال بے شمار یورپی' امریکی اور جاپانی اپنے عزیز و اقارب کی راکھ لے کر بھارت پہنچتے ہیں۔ اور اسے گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ ان کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ اب آپ ایڈز کے مریض ایک امریکی شخص "جانی یوحین" کی مثال ہی لے لیجئے جو اپنی زندگی میں ابتر حالات سے دوچار ہوا۔ جب اس کے کانوں

تک یہ بات پہنچی کہ ہندو روح کی آزادی کے لئے اپنی راکھ دریائے گنگا میں بہاتے ہیں تو اس نے اپنے دوستوں ۴۷ سالہ سالبی اور ۴۲ سالہ نرس جوڑی کو اس کام کی ذمہ داری سونپی کہ جب وہ مر جائے تو یہ دونوں اس کی لاش کو نذر آتش کر کے ہندوستان لے جا کر گنگا میں بہا دیں۔ یہ جو صورتحال بن گئی ہے' اس کی وجہ سے بھارت کا شہر بنارس جو گنگا کے کنارے پر واقع ہے وہاں کے ہندو پنڈت اور پروہت بڑے خوشحال ہو گئے ہیں۔ روحانیت کے نام پر وہ لوگوں کو خصوصا مغربی باشندوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ اس حوالے سے ایک پنڈت کا کہنا ہے کہ مردے کی آخری رسومات ادا کرنے کا معاوضہ ۱۴ سے ۵۰۰ ڈالر تک ہو سکتا ہے۔ پنڈت کے بقول یہ سب مرنے والے کے لواحقین کی مالی استطاعت پر منحصر ہوتا ہے۔ ہم تو لواحقین کو یہ بتا دیتے ہیں کہ جو مرد جتنی اچھی لکڑی میں جلا دیا جائے اس کی روح کو اتنا ہی سکون ملے گا۔ یاد رہے اپنے طور پر کوئی شخص اپنے عزیز کی راکھ کو نہیں بہا سکتا' جب تک کہ پنڈت کی خدمت حاصل نہ کرے۔ کیونکہ خود یہ کام کرنے کی صورت میں بقول پنڈتوں کے آتما (روح) کی مکتی (نجات) نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ بعض اوقات یہ جو پنڈت ہیں ان کا رویہ غیر ملکیوں کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز ہوتا ہے کیونکہ ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ عزت کر کے یا ہتک کر کے زیادہ سے زیادہ پیسے بٹوریں۔ جبکہ اپنے پیاروں کی راکھ لئے بنارس پہنچنے والے غیر ملکی اس پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ پنڈتوں کی ہر خواہش کو پورا کریں۔

شمشان بھومی

جیسا کہ ہم نے بتلایا کہ مردے جلانے کی جگہ جسے شمشان بھومی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی عموما دریا کے کنارے پر ہوتی ہے۔ گنگا کے کنارے پر جو شمشان

بھومیاں ہیں۔ ان میں بعض ایسی پراسرار اور عجیب و غریب ہیں کہ ان کے واقعات سن کر آدمی حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ سید تنظیم حسین "ہندو کلچر" میں رقمطراز ہیں۔ راکنی اگھوری سادھو جس طرح مہذب زندگی کے طور طریقوں کے خلاف کرتے ہیں اس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ "راکنی اگھوری" کے سادھو صرف شمشان بھومی میں رہتے ہیں۔ یہ سادھو اپنا کھانا جلتی ہوئی چتا' میت پر پکاتے ہیں اور کسی مردے کی کھوپڑی کو کھانے کے لئے پیالے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کوئی چیز حرام نہیں۔ یہ گندگی اور غلاظت پیشاب ' پاخانہ وغیرہ حتی کہ مردے کا گوشت تک کھا لیتے ہیں۔ پیشاب پی لینا تو کوئی بات ہی نہیں۔ یہاں سادھو ہڈیوں یا انسانی کھوپڑیوں کا ہار بنا کر پہنتے ہیں اور شمشان بھومی میں جب کوئی ارتھی لائی جاتی ہے تو اس پر سے شال اتار کر استعمال کرتے ہیں۔ اپنے جسم پر چتا یعنی جلے ہوئے مردے کی راکھ ملتے ہیں۔ مردہ جب جل جاتا ہے تو اگھوری سلسلہ کے یہ سادھو اس کی کھوپڑی کو آنکھوں سے ذرا اوپر سے کاٹ کر پیالہ بنا لیتے ہیں اور پھر مذہبی رسومات کے موقع پر اس پیالے کو بطور خاص استعمال کرتے ہیں۔ اس میں پانی پیتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ بھی شرط ہے کہ کھوپڑی مرد کی ہونی چاہئے عورت کی نہیں۔ ہندو مذہب کے سلسلہ اگھوری کے یہ سادھو زیادہ تر قطعی مادر زاد برہنہ رہتے ہیں۔ ستر پوشی کے لئے کبھی کبھی درختوں کی چھال استعمال کر لیتے ہیں۔

ہندو مذہب کا سب سے بڑا اکمبھ میلا

ہندوستان کا شہر "الہ آباد" جس کا پرانا نام "پریاگ" تھا۔ یہاں پر گنگا' جمنا اور سرسوتی باہم ملتے ہیں اور ان تین کا سنگم ہندو مذہب میں بڑا متبرک مقام ہے۔ چنانچہ یہاں بارہ سال بعد ایک میلہ لگتا ہے جسے "کمبھ کا میلہ" کہا

جاتا ہے۔ یہاں ہندوستان اور دنیا بھر کے سنت اور سادھو آتے ہیں۔ ہندوستان کا یہ سب سے بڑا میلہ ہوتا ہے۔ پروفیسر اسلم صاحب اپنے "سفر نامہ ہند" میں لکھتے ہیں۔ گذشتہ میلے میں ایک کروڑ سے زائد افراد شریک ہوئے تھے۔ یاد رہے یہ میلہ آج سے بارہ سال قبل منعقد ہوا تھا۔ جو سادھو مجذوب سادھوؤں کے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ وہ اس میلے کے موقع پر اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ مجذوب سادھو جو بالکل ننگے رہتے ہیں ان کے سلسلہ کو "سلسلہ ڈگمبر" کہا جاتا ہے۔ یہ میلہ کئی صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ اس میلے میں جو ٹاپ کی آئٹم ہوتی ہے' وہ یہ کہ سادھو تین دریاؤں کے سنگم پر شاہانہ غسل کا آغاز کرتے ہیں اور شاہانہ غسل یوں ہوتا ہے کہ "وشنوجی" دیوتا کے پرستار ڈگمبر سادھو بالکل الف ننگے اشنان کرتے ہیں۔ ان کے اشنان کے بعد درجہ بدرجہ سادھوں کے سلسلوں کا نمبر آتا ہے اور سب سے آخر میں عوام کا نمبر آتا ہے۔ اب وہ اشنان کرتے ہیں یوں ایک کروڑ انسانوں نے شاہانہ غسل دیکھا اور بے شمار نے خود بھی کیا۔ کمبھ کے میلہ میں جو اولیت اور ترجیح دی گئی ہے وہ ننگے سادھوؤں کو ہے جو کہ "وشنو دیوتا" کے پجاری ہیں اور "وشنو دیوتا" کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دنیا بھر میں وشنو کے "بارہ لنگ" بارہ جگھوں پر نمودار ہوئے ہیں۔ ان میں ایک تھر کے شہر عمر کوٹ میں ہے۔ یہ جگہ اور یہاں موجود آشرم دیکھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا۔ غرض وشنو کے لنگوں کی پوجا۔ اور پھر وشنو کے پجاری سادھوؤں کا الف ننگا رہنا۔ اور پھر انڈیا کے سب سے بڑے میلے میں انہی ننگوں کو سب سے اونچا مقام دینا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شرم و حیاء کا جنازہ کس طرح دھوم دھام سے نکلتا ہے۔

اب کے یہ میلہ بھارت کے شہر "ہردوار" میں تین دن تک منعقد ہوا ہے۔ ایک کروڑ ہندوؤں نے اس میں شرکت کی ہے۔ چالیس ہزار ننگے

سادھوؤں نے گنگا میں اشنان کیا ہے۔ ۱۳' ۱۴' ۱۵ اپریل ۱۹۹۸ء میں یہ میلہ اس صدی کا آخری میلہ تھا۔ یہ جس شہر میں منعقد ہوا وہ شہر ہمالیہ کے پہاڑوں میں واقع ہے۔ یہیں سے دریائے گنگا نکلتا ہے تو یوں شرم وحیاء کا جنازہ اس بار ہردوار شہر سے نکلا ہے۔

آیئے!------ اس کا ایک منظر ہم آپ کو دکھلائے دیتے ہیں۔ "شری کرشن جی" جو ہندوؤں کا ایک بڑا مقدس دیوتا ہے اور جس کے نام سے لاہور میں ابھی تک "کرشن نگر" کے نام سے بستی آباد ہے۔ اس کرشن جی کے بارے میں ہندوؤں کی مقدس کتاب "بھگوت گیتا" کے پہلے باب میں لکھا ہوا ہے--- شری کرشن گھات لگا کر بیٹھے رہے۔ چنانچہ جب عورتیں آئیں اور وہ اشنان کرنے لگیں تو شری کرشن جی کنارے پہ پڑے ان کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گئے جب وہ نہا کر نکلیں تو شری کرشن سے کپڑے مانگنے لگیں۔ انہوں نے بہت خوشامد کی آخر کار مہاراج نے کہا جب تک تم میرے سامنے برہنہ ہو کر نہ آؤ گی کپڑے نہ دوں گا۔ ناچار آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر' شرم گاہوں کو چھپا کر حاضر ہوئیں۔ فرمایا! اس طرح نہیں دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے آؤ۔ مجبورا ایسا ہی کیا تب کپڑے ملے۔

قارئین کرام----- کرشن جی نے اشنان کرنے والی عورتوں کے ساتھ جو کچھ کیا۔ اس منظر کی باقاعدہ تصاویر ہیں جو بڑی مقدس سمجھ کر خریدی جاتی ہیں۔ مندروں میں لٹکائی جاتی ہیں' گھروں میں سجائی جاتی ہیں۔ میں نے خود یہ تصویر دیکھی۔ دریا----- اس کا کنارا-- کرشن جی اور درخت پر---- اور عورتیں ہاتھ جوڑتی ہوئی کرشن جی کے سامنے----- جہاں مقدس دیوتاؤں کی ایسی حرکتیں یوں مقدس ٹھہریں تو بتلایئے! وہاں شرم و حیاء کا کیا کام ہو گا۔ عفت و عصمت اس بازار میں کیا نیلام نہ ہو گی۔؟اس لئے کہ مقدس ہستیوں کے یہ اعمال جب مقدس ٹھہرے تو ان پر عمل کرنا "مکتی"

نجات کا باعث ٹھہرا۔ اب جب اس پر عمل ہو گا تو معاشرہ کس مقام پہ کھڑا ہو گا۔ تو یہ ہے جناب ؟غلاظت و بے ہودگی اور بے شرمی و بے حیائی جو مذہب کے پردے تلے دریاؤں کے کناروں ' گھاٹوں اور سنگموں پر روا رکھی جاتی ہے۔

جلانا اور دریا میں بہانا ہندو مت ہے۔ نہلا کر سفید پوشاک پہنانا اور قبر میں دفن کرنا اسلام ہے۔ فطرت کے مطابق کون ہے؟

بیٹا۔۔ جگر کا ٹکڑا ہوتا ہے' ماں وہ پڑبہار ہستی ہے' جس کی کوکھ میں انسان نوماہ پلتا ہے۔ باپ وہ پر شفقت شخصیت ہے' جس کے کاندھوں پر بیٹھ کر بیٹا سواری کرتا ہے۔ بھائی اس کے ماں جائے' دست و بازو ہیں۔ اس طرح دیگر قریبی رشتے ہیں۔ پھر دوست اور احباب ہیں۔ ان پیاروں میں سے جب کوئی مرتا ہے۔ تو ایک ہندو اسے جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ وہ جو زندگی میں اپنے پیارے کو دھوپ کی گرمی بھی نہ لگنے دیتا تھا اب اسے آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسے وہ دیسی گھی سے جلائے' صندل کی لکڑی سے جلائے' غرض کچھ بھی کرے' آخر بات ایک ہے کہ وہ اسے جلا رہا ہے۔ سر میں ضرب کیکر کی لاٹھی سے ماری جائے یا سونے کے رول سے۔ بات ایک ہے۔ اس کے دل پہ چوٹ یا قوت کے پتھر سے ماری جائے یا عام پتھر سے بات ایک ہی ہے اور وہ ہے چوٹ۔۔۔۔ تو جلانا آخر جلانا ہی ہے۔اپنے پیارے کو آگ کے سپرد کرنا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے آگ لگانا ہے۔ دل دھڑکتا ہے۔ کڑھتا تو ہے۔مگر مذہب کا جبر ہے کہ اپنے پیارے کو آگ لگانے پہ مجبور کرتا ہے۔ پھر اس کے سر کو ڈانگ مار کر پھوڑتا ہے کہ اس کی روح۔ بد روح بن کر دوبارہ نہ آئے۔ آہ اپنے پیارے کے سر پر ڈانگ' کس قدر غیر فطری اور وحشیانہ سلوک اور طرز عمل ہے جو بیٹا اپنے باپ سے کر رہا ہے اور باپ اپنے بیٹے سے کر رہا ہے۔ یہ سلوک کر کے اپنے پیارے کی لاش کو راکھ بنا کر پھر وہ اسے دریا کے سپرد کر دیتا ہے۔ پانی سمندر میں جا ملتا ہے اور یوں قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ آگ میں جل کر مرنے کی موت اور پانی میں ڈوب کر مرنے کی موتیں بڑی ہی اذیت ناک ہوتی ہیں۔ مردہ ہی سہی مگر ہے تو وہ

ترے جگر کا ٹکڑا۔ اور اب تو اس کو نذر آتش کر رہا ہے۔ پانی میں بہا رہا ہے۔ اب ذرا فطرت کے دوسرے پلڑے میں اسلام کا طریقہ جسے کفن و دفن کہا جاتا ہے۔ ڈال کر ترازو اپنے ہاتھ میں تھامئے اور انصاف کیجئے کہ پلڑا کونسا جھک رہا ہے۔ ایک مسلمان کا جب بھی کوئی پیارا اور عزیز فوت ہوتا ہے تو وہ اس کی موت کا سنتے ہی بے اختیار کہتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ 156)

بلا شبہ ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم (بالآخر) اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

میت کو نہلایا دھلایا جاتا ہے۔ پسندیدہ انداز یہ ہے کہ میت کے قریبی رشتہ دار اسے نہلائیں۔ جب صابن نہ ہوتا تھا تو بیری کے پتوں کو ابلتے پانی میں ڈالا جاتا تھا۔ اس پانی سے غسل دیتے ہوئے جسم اچھی طرح صاف ہو جاتا تھا۔ آج کل صابن استعمال کیا جاتا ہے۔ ویسے دونوں چیزیں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔ غرض نہلا دھلا کر سفید کپڑوں میں جنہیں کفن کہا جاتا ہے۔ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اچھی اچھی خوشبوئیں اس پر چھڑک دی جاتی ہیں۔اب جنازہ اٹھتا ہے۔ میت کو مسجد میں یا کسی کھلے میدان یا قبرستان میں بنے ہوئے "جناز گاہ" میں لے جایا جاتا ہے۔ امام میت کی چارپائی کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے۔ باقی لوگ امام کے پیچھے طاق صفیں بنا لیتے ہیں۔ میت کی مغفرت کے لئے امام دعائیں کرتا ہے۔ لوگ آمین کہتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد قبر کے قریب لے جایا جاتا ہے۔ قبر اب تیار ہے۔ اسے زمین کے اندر اتنا کھودا گیا ہے کہ ایک شخص آرام سے لیٹ سکے۔ یوں میت کو اس لحد میں لٹا کر اوپر لکڑی کے تختے یا پتھر اور سیمنٹ وغیرہ کی سلیں رکھ دی جاتی ہیں تاکہ مٹی اندر نہ جانے پائے۔ اس کے بعد اوپر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ یوں مٹی کی ایک قدرے اونچی ڈھیری بن جاتی ہے' جسے قبر کہا جاتا ہے۔ اس قبر کے اوپر

اب آخری بار میت کے گناہوں کی بخشش کے لئے اللہ کے حضور دعا کی جاتی ہے۔ اور پھر سب لوگ گھروں کو چلے آتے ہیں۔ کس قدر کریمانہ مشفقانہ انداز ہے یہ۔ اپنے پیارے کو۔۔ اپنے لخت جگر کو ' اپنے ابو کو' اپنی پیاری امی کو' اپنے محبوب بھائی کو اور اپنے کسی جگری یار کو' دنیا سے الوداع کرنے کا کیسا اچھا طریقہ ہے۔ جس میں اپنے پیارے کی عزت و تکریم اور اس سے بھی بڑھ کر خود کفن دفن کرنے والے کے دل کی ٹھنڈک اور اطمینان کا سامان موجود ہے۔ یقیناً یہ فطری انداز ہے۔ ایک انسان کو انسان کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اور اسلام جو دین فطرت ہے۔ اپنے ماننے والوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کا معنی ہی سلامتی اور "اہنسا" ہے وہ ہر اس فعل سے منع کرتا ہے جس میں وحشت و بہیمیت کا دخل ہو اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے' جس میں رحمت و رافت اور شفقت و مودت کا ہاتھ سایہ فگن ہو۔

شودر مجھ سے کہنے لگا............سائیں اگلے جنم میں

گائے ہی بن جاؤں تو بہتر ہے

"سادھرو" میں گنگا کا نام نہاد تالاب دیکھ کر ہم واپس آ رہے تھے۔" کارونجر جبل" کی وادی میں چل رہے تھے۔ ہمارا گائیڈ جو شودروں کی قسم "کولھی" سے تعلق رکھتا تھا۔ کولہی نسل کا کالا شاہ شودر پچاس سال کے قریب عمر۔ پھٹے پرانے کپڑے اس کے تن پر' اس کے پاؤں ٹائر کے جوتے پر' پتلے بدن کا یہ پونجو نامی شودر ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ میں نے خالد بھائی کو آواز دی۔ خالد بھائی! ذرا آگے آنا۔ چلتے چلتے میرا ترجمان بنتا۔ میں نے پونجو کولہی سے پوچھا! پونجو مرنے کے بعد اگلے جنم میں کیا بننے کا پروگرام ہے؟ کہنے لگا! سائیں۔ گئو ماتا بن جاؤں تو بہتر ہے۔ اس پر میں نے کہا! اور

اگر وہ گائے ہم مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی تو وہ تو قربان ہو جائے گی۔؟ پونجو چپ ہو گیا اور پھر سکوت توڑتے ہوئے میں نے کہا! پونجو مسلمان ہو جا۔ گائے بننے کی ضرورت نہیں۔ جنت کا شہزادہ بن جائے گا۔ میرے پاس لاہور میں آ جا۔ پونجو کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ اور میں خود سوچ میں پڑ گیا کہ پونجو کو برہمن نے یوں پونجا بنا کر رسوا کیوں کیا؟ غرض اس نے اس قدر رسوا کیا کہ شودر اب برہمن کی رسوائی سے تنگ آ کر یہی کہہ سکتا ہے کہ اگلے جنم میں گائے بن جاؤں۔ کم زکم برہمن میری پوجا تو کرے گا۔ مجھے آدم علیہ السلام کے اس بیٹے پر جو کروڑوں کی تعداد میں برصغیر میں پھیلا ہوا ہے۔ ترس آ رہا تھا کہ یہ اس دنیا میں بھی رسوا ہے اور مرنے کے بعد بھی رسوائی ہی چاہتا ہے۔ انسان سے حیوان بننا چاہتا ہے۔ آخر کیوں؟ جواب واضح ہے کہ ہندو مذہب نے انسانیت کو اس قدر رسوا کیا' انسان کو ذلیل کیا' اسے اس قدر خوار کیا کہ وہ مرنے کے بعد انسان بننے کی بجائے حیوان بننے کو ترجیح دیتا ہے۔ آہ! کس قدر انسانیت کا دشمن ہے یہ مذہب کہ جس مذہب کو ماننے والا یوں ذلیل ہو رہا ہے۔ انسانیت کے ناطے۔

میرے شودر بھائی! یاد رکھ۔ تیرا مذہب وہ ہے جو پوری انسانیت کو ساتھ لے کر' ہر ایک کو ایک جیسا جان کر' اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اور وہ مذہب اسلام ہے جو انسانیت کو پکار کر کہتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ ءَادَمَ

بلا شبہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت سے ہمکنار کیا

اسی طرح اللہ کے رسول نے فرمایا!

اللہ تعالی نے جاہلیت کا ''قومی و نسلی'' تکبر اور اس حوالے سے باپ دادا کی عظمت پر فخر کو ختم کر دیا ہے ۔ تمام اولاد آدم' آدم سے ہے اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

تو جناب یہ ہے انسانیت کی اصل۔ اور جہاں تک گورے اور کالے کا تعلق ہے تو وہ بھی آپؐ نے واضح کر دیا! فرمایا!

" نہ کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے" اسی طرح آپؐ چونکہ عرب میں پیدا ہوئے تھے۔ اور عربی تھے۔ یہ ہو سکتا تھا کہ اس حوالے سے عرب تکبر کرتے۔ چنانچہ آپؐ نے تکبر کے اس راستے کو بھی یہ کہہ کر بند کر دیا۔ فرمایا! نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔

یاد رکھو! اگر کوئی فضیلت کا سبب ہے تو وہ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ ۞(الحجرات 13)

بلا شبہ تم میں معزز وہ ہے جو اللہ کے ہاں تم میں پرہیز گار ہے۔

اے شودر! تو حیوان نہ بن۔ انسان بن' اور اسی دنیا میں انسان بن۔ ذات پات' آواگون اور تناسخ کا عقیدہ برہمن کا خود ساختہ ہے۔ یہ غیر فطری اور غیر عقلی ہے۔ ننگ انسانیت ہے۔ ہیومن رائٹس کے نام نہاد علمبرداروں کے منہ پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ ہندو مذہب کے علمبرداروں کا دعوی ہے کہ یہ مذہب اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان قدیم ہے۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ برہمن' کھشتری' ویش اور شودر' یہ چار ذاتیں کیا اس وقت سے چلی آرہی ہیں۔ حالانکہ انسانیت کا آغاز تو ایک مرد اور عورت سے ہوا۔ ایک مرد اور عورت کی اولاد چار ذاتوں میں کس طرح تقسیم ہو گئی؟ دوسرے لفظوں میں یہ تقسیم ہندو مذہب کے دعوی کے خلاف ہے--------

دوسری بات یہ ہے کہ ان چار ذاتوں میں بھی ہر ذات کی کئی قسمیں ہیں۔ برہمنوں کی قسمیں ہیں۔ شمالی اور جنوبی برہمنوں میں فرق ہے۔ کالے اور گورے برہمنوں میں فرق ہے۔ کھشتریوں میں کئی ذاتیں ہیں۔ ویشوں میں لوہانہ' مالی' سنہار' میشوری وغیرہ کی اقسام ہیں۔ شودروں میں کولھی' بھیل'

چنڈال وغیرہ بہت سی اقسام ہیں۔ ہر مرکزی ذات کی شاخوں میں مراتب ہیں۔ ہر مرتبے والی شاخ اپنے ہی ہم مرتبہ سے ہی شادی بیاہ کرے گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آواگون کے عقیدے کے مطابق شودر نہ جانے کتنے جنم لے چکا ہے۔ وہ کتنی بار برہمن بن کے دنیا میں رہ چکا ہے' کھشتری بن کے رہ چکا ہے۔ اس طرح کیا معلوم برہمن پچھلے جنم میں شودر ہو۔ الغرض اس چکر سے تو ذاتوں کا سارا معاملہ ہی تضادات کا شکار ہو جاتا ہے۔
اور جب صورتحال یہ ہے تو پھر ان ذاتوں کو قائم کر کے انسانیت کو ذلیل کرنا کیا یہ بھی کوئی مذہب ہے؟ ہندو مت کے مطابق اونچی ذات کا انسان مثلاً اگر برہمن پاپ کرتا ہے تو وہ اگلے جنم میں ویش یا شودر بن جاتا ہے۔ اسی طرح جانور بھی بن سکتا ہے۔ زیادہ پاپ کرے تو کتا' بلا' خنزیر' نیولا' مکھی' مچھر وغیرہ بھی بن سکتا ہے۔ اس کا تو مطلب یہ ہے کہ ہمیں جس قدر جانور نظر آتے ہیں یہ سارے انسان ہی ہیں جو اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان کو سزا مل رہی ہے تو پھر بندر کو ہنومان دیوتا بنا کر اس کی پوجا کا کیا مطلب؟ شیر ہاتھی' چیتا' مور وغیرہ کہ جن کی تصویریں مندروں میں بنائی جاتی ہیں۔ ان کی پوجا کا کیا معنی؟ کوئی برہمن اگلے جنم میں اپنے پاپوں کی وجہ سے کتا بن گیا' مگر ان کتوں کا بھی تو حال مختلف ہے۔ اگر کتا کسی انگریز میم کو پسند آ گیا یا کوئی کتا زرداری نے رکھ لیا تو وہ تو لینڈ کروزر گاڑی میں سفر کرے گا۔ میم اس کے بوسے لے رہی ہے۔ اعلیٰ غذائیں وہ کھا رہا ہے۔ تو اس کو سزا کیا ملی؟
قارئین کرام! اگر کوئی پنڈت اگلے جنم میں مسلمان کے گھر پیدا ہو جائے۔ تو کیا یہ بھی سزا ہی کا کوئی طریقہ ہو گا۔ اور اگر یوں بھی ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج کے ہندو مختلف جنموں میں مسلمان' عیسائی یہودی وغیرہ رہے ہوں گے تو کیا یہ بھی کوئی سزا ہے؟ ہندو مذہب کے مطابق موجودہ

سارے انسان سزائیں ہی کاٹ رہے ہیں۔ کوئی برہمن ہو کر سزا کاٹ رہا ہے تو کوئی شودر بن کے سزا کاٹ رہا ہے۔ کوئی کتا بن کے سزا لے رہا ہے تو کوئی بلا بن کے۔ غرض اس تصور کا معاشرتی زندگی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے ملاحظہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک بندہ سو آدمیوں کو قتل کرتا ہے۔ کئی ایک کا حق دباتا ہے۔ اب کیا اس کی سزا صرف یہی ہے کہ کتا بنکر آخر کار پھر بندہ بن جائے۔ اس تصور کا اثر یہ ہو گا کہ لوگ جرائم کرنے میں دلیر ہو جائیں گے۔ اور یوں ان تصورات کا حامل معاشرہ ظلم و جبر کا گہوارہ بن جائے گا۔ غرض ذات پات کا نظام' آواگون اور تناسخ ایک ایسا گورکھ دھندہ ہے کہ جو نا سمجھ میں آنے والا ہے۔ انسانیت کی تذلیل کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انڈیا نے مجبور ہو کر قانونی طور پر ذات پات کے امتیازات پر پابندی عائد کر دی مگر یہ صرف برائے نام ہے کیونکہ تناسخ کا عقیدہ کہ جو ذات پات کے تصور کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ ہندو مذہب کی پہچان اور شعار ہے۔ جیسا کہ بھگوت گیتا میں اشلوک ہے۔ شری کرشن۔ ارجن کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اے ارجن! ایسے لوگ اپنی یوگ کی کمائی کے مطابق سالہا سال سورگ میں رہ کر پھر دھرماتما دولت مند اور باعزت گھرانوں میں یا یوگیوں کے ہاں جنم لیتے ہیں۔ جہاں سے وہ پھر مکتی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اسطرح آدمی جنم جنم میں کوششیں کرتا ہوا بہت سے جنموں کے بعد مکت ہو جاتا ہے۔

اس اشلوک سے پتہ چلا کہ تناسخ ہندوؤں کا مذہبی عقیدہ ہے جیسا کہ ابو ریحان البیرونی جو کہ سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان آئے اور پھر یہیں دس سال تک رہے۔ ہندو مذہب کا گہرا مطالعہ کیا اور پھر ایک ضخیم کتاب " ماللہند" لکھی۔ اس میں وہ رقمطراز ہیں۔

کلمہ توحید مسلمانوں کے ایمان کا شعار ہے۔ تثلیث عیسائیوں کی علامت اور سبت منانا یہودیوں کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح تناسخ کا عقیدہ ہندو مذہب کا

امتیاز ہے۔ جو شخص تناسخ کا قائل نہیں' وہ ہندو نہیں ہے اوراس کا شمار ہندوؤں میں نہیں ہو سکتا۔

غرض اس آواگون کے عقیدہ کے مطابق کتے بلے تو کیا ہمیں جو درخت اور جڑی بوٹیاں دکھائی دیتی ہیں یہ بھی انسان ہیں۔ بھگوت گیتا۔۔۔ میں کتھ اپنشد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ انسان جیسے اعمال کرتا ہے انہی کے مطابق اسے دوسرا جنم ملتا ہے اگر انسان نے بہت ہی رذیل کام کئے تو اس کی پستی یہاں تک ہوجاتی ہے کہ وہ مرنے کے بعد درخت بن جاتا ہے پھردوبارہ انسانی قالب حاصل کرنے کے لئے اسے کروڑوں سال درکار ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! اس کا مطلب تو یہ ہوا ۔۔۔۔ کہ اگر کوئی ہندو کیکر کا درخت کاٹتا ہے تو اسے ڈرنا چاہئے ممکن ہے وہ اس کا پڑدادا ہو۔ دیار کے درخت سے الماری بن گئی۔ ممکن ہے وہ اس کی پڑدادی ہو۔ گھر کی چھت پر جو شہتیر ہے ممکن ہے اس کا پڑنانا ہو اور اگر کہیں اس میں بدروح داخل ہوگئی تو وہ پڑنانا اپنی اولاد کی حرکتیں ہر لمحہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کو ان کے عقیدے کے مطابق ہم خبردار کرتے ہیں کہ آج جس مسلمان کو تم ملیچھ کہہ رہے ہو ممکن ہے وہ تمہارا سگڑ دادا ہو کہ جو سزا کے طور پر مسلمان بن کے آیا ہے۔ اے برہمن! آج جس جس پونجو کو میں نے تھر میں دیکھا ممکن ہے وہ تیرا دادا ہو۔ جو اپنے گناہوں کے روپ میں شودر بن کر آیا ہو۔ غرض ہر انسان اور حیوان حتیٰ کہ درخت بھی تمہارا کوئی جد امجد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کیجئے۔۔۔۔۔۔ تو یہ ہے جناب آپ کا آواگون کا نظریہ۔

کہتے ہیں۔۔۔ بھگوان نے سر سے برہمن بنایا۔ اس لئے برہمن دماغ ہے۔ اونچی چیز ہے' ذہانت ہے' کھشتری کو سینے اور بازو سے بنایا۔ اس لئے وہ جنگ کرتا ہے۔ بہادر ہے راجہ ہے۔ پیٹ سے ویش کو بنایا' چنانچہ وہ

تجارت کرتا ہے۔ اور پاؤں سے شودر کو بنایا۔ لہٰذا اس کا کام ہی خدمت ہے ' بس وہ چاکری کرتا ہے۔

قارئین کرام! سوال پیدا ہوتا ہے اگر سر سے برہمن۔ تو آنکھ سے بھی تو کچھ بن سکتا ہے۔ ناک سے بھی کوئی ذات بن سکتی ہے۔ اور پیٹ کے نیچے سے بھی ایک ذات بن سکتی تھی۔اسے بھی بنا لیتے کہ عبادت تو اس کی ہو رہی ہے۔ ٹانگوں سے بھی ایک ذات بن سکتی تھی۔ غرض یہ سب ایک پہیلی دکھائی دیتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ پہیلیاں ہی ہیں۔ ان پہیلیوں میں عقل کا دخل کہاں؟ وگرنہ سوچئے! اگر دماغ سے برہمن مراد ہے تو برہمن کو تو ذہین ہی ہونا چاہیۓ۔ جبکہ کئی برہمن ڈل دماغ ہیں۔ اسی طرح کئی شودر جو پاؤں تھے۔ وہ اس قدر اعلیٰ تعلیم پا گئے کہ سائنس دان بن گئے۔ بعض ویش بڑے بڑے بہادر بن کر دلیری کے کام کر گئے۔ جب کہ کئی کھشتری اس قدر بزدل ہیں کہ کھشترن عورت چھپکلی کو دیکھ کر چیخیں مارنے لگتی ہے۔ ویش طالب علم ایسا بھی ہے جو حساب میں فیل ہو رہا ہے جب کہ کھشتری حساب میں ۱۰۰ فیصد نمبر لے رہا ہے۔ الغرض یہ آواگون اور ذات پات کا عقیدہ تذلیل اور ننگ انسانیت کا باعث تو ہے ہی۔ یہ غیر عقلی اور غیر فطری تو ہے ہی احمقانہ اور بیوقوفانہ بھی ہے حقائق کی دنیا میں یہ ایک مذاق اور لطیفہ بھی ہے۔

شودر کی آنکھ میں انتقام کی آگ

شودر کو جس طرح سے ذلیل و رسوا کیا گیا اسی کا سبب ہے کہ آج اس کی آنکھ میں انتقام کی آگ شعلے مار رہی ہے۔ جس جس نے اسے ذلت سے دوچار کیا۔ اس ایک ایک سے آج شودر بدلہ لینے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔ ہندو مذہب کی مذہبی کتابوں نے اس کی ذلت و رسوائی کے اشلوک گائے تو آج شودر ان اشلوکوں سے بغاوت پر اتر آیا ہے۔ جو مذہب شودروں کی رسوائی کا حامل ہے۔ وہ آج اس مذہب کا باغی بن رہا ہے۔ اس نے اپنا نام شودر ترک کر دیا ہے۔ اسے برہمنوں نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے طور پر "ہریجن" کا نام دیا۔ جس کا معنی "بھگوان کے بچے" ہیں۔ مگر شودروں نے اسے بھی ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اس لفظ سے تو یہ اظہار ہوتا ہے کہ برہمن ہم پر شفقت کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ہمیں دکھ اور اذیت سے دوچار کیا ہے۔ چنانچہ ہمارا نام ایسا ہونا چاہئے جس سے دکھ درد (مظلومیت) کا اظہار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنا نام "دلت" تجویز کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے "کچلے ہوئے لوگ" یہ لوگ اپنے ہی مذہب سے محض بے زار ہی نہیں بلکہ اسے تہس نہس کرنے کا یوں ارادہ رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ دلت دانشور ایل آر بیلے کی بات۔ "اچھوت لوگوں کا ادب نامی کتاب میں!"

ہندو مذہب میں رہتے ہوئے ان کی نجات کا کوئی راستہ نہیں اور صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتے ہیں کہ جب ہندو مذہب اور اس کی روایات کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے ہندو مذہب کو تباہ کیا جائے اور اس کے نزدیک ایسے مذہب کو تباہ کرنا کوئی غیر مذہبی کام نہیں۔

دلت لیڈر گنگا دھریندر ---- ایل آر بیلے سے آگے بڑھ کر یوں جسارت

کرتا ہے۔

میرے خیال میں دلت کوئی ذات نہیں۔ دلت وہ ہے کہ جس کا اس ملک کی سماجی اور اقتصادی روایات نے استحصال کیا ہو۔ وہ کسی تناسخ روح 'مقدس کتابوں' تقدیر اور آسمانی طاقت پر یقین نہیں رکھتا کہ یہ سب ذات پات پر زور دیتے ہیں۔

قارئین کرام! دلت اب برہمن کے دیوتا کو گالی دینے پر بھی اتر آیا ہے۔ دلت شاعر کیشو مشرام کے اشعار ملاحظہ کیجئے جن میں دیوتا کو گالی۔ برہمن پر طنز اور اس جسارت کے بعد جو طوفان اٹھا ہے اس کا تذکرہ وہ اس عنوان سے کرتا ہے۔

اک دن میں نے اس ماں کے یار دیوتا کو گالی دی -اور پھر وہ ڈھٹائی سے ہنس دیا۔

میرا پڑوسی' ایک پکا برہمن' بہت برہم ہوا' اس نے اپنے کسٹریل جیسے منہ سے میری طرف دیکھا وہ جو ہر تعریف سے بلند ہے۔ تم کس طرح اس کی شان میں باتیں کر سکتے ہو۔ وہ جگن ناتھ جس کی نہ کوئی ہیئت ہے نہ پہچان۔ شرم کرو۔ تم اس کے دھرم کو لفظوں میں الجھاتے ہو۔ میں نے ایک اور گرما گرم گالی دی۔

یونیورسٹی کی عمارتیں لرزیں اور کمرکمر زمیں میں دھنس گئیں۔

عالم فورا تحقیق میں لگ گئے کہ لوگ غصہ میں کیوں آتے ہیں۔

قارئین کرام! ظاہر ہے۔ غصہ اس بات پر ہے جو شودر کو رسوائی ملی ہے۔ چنانچہ وہ رسوا کرنے والے برہمن کے دیوتا کو اب گالی دینے پر اتر آیا ہے۔ لا محالہ ان جسارتوں پر شودر کو معاف تو نہیں کیا گیا۔ اسے اس کی جسارتوں کا سبق سکھایا گیا ہے۔ مگر اسی سبق نے اسے اور زیادہ جری کر دیا ہے۔ اب وہ

انقلابی باتیں کرنے لگ گیا ہے------ انا بھاؤ ساٹھے۔ جو دلت شاعر ہے' اپنی قوم کے جذبات کا اظہار یوں کرتا ہے!

دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے ہتھوڑا اٹھاؤ
بھیم رو (ڈاکٹر امبیدکر) کہتا ہے
ہاتھی کیوں غلامی کے کیچڑ میں دھنسا ہوا ہے۔
اپنے جسم کو جھٹکو اور باہر آ جاؤ
اوپر کی طرف چھلانگ لگاؤ
امیروں نے ہمارا استحصال کیا
برہمنوں نے ہمیں اذیتیں دیں
جیسے کہ پتھروں نے ہیروں کو نگل لیا ہے
اور چوری کرنے والے عظیم بن گئے ہیں

انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم نیچ ذات والے ناپاک ہیں
انہوں نے ہزاروں سال تک ہمیں غلام بنائے رکھا۔
انہوں نے ہماری زندگیوں کو ذلتوں سے ڈھک دیا
اور ہم پر پابندیاں لگا دیں

اتحاد کے رتھ پر بیٹھ کر ہمیں آگے بڑھنا چاہئے تاکہ متحدہ مہاراشٹر کو حاصل کر سکیں۔

قارئین کرام! مہاراشٹر انڈیا کا ایک صوبہ ہے۔ جس کا دارالحکومت بمبئی ہے' دلت لوگ یہاں بہت بڑی اکثریت میں ہیں۔ مگر اب تو مہارا شڑ لینے کی بات بھی پرانی ہو چکی۔ اب تو انہوں نے اپنی تحریک کے نکات مرتب کئے ہیں اور آخری نکتہ جس کا نمبر۹ ہے وہ یوں چنگھاڑتا ہے!

"دلت کے خلاف تمام ناانصافیوں کے خاتمہ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دلت خود

ریاست پر قبضہ کرلیں اور عوامی جمہوریت قائم کریں۔ دلت لوگو! ان کے ہمدردو! دلت پینتھر کے ممبو! دلت لوگوں کی آخری جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ"

اور اب دلت پینتھر کے منشور میں انہوں نے جس نعرے کا اضافہ کیا ہے وہ یوں ہے!

"برہمنوں کے اقتدار میں معمولی حصہ نہیں بلکہ پوری سرزمین پر حکومت"

انقلاب

دلت لوگوں کے پوری سرزمین بھارت پر قبضہ کرنے کے لئے برہمنوں کا اقتدار ختم کرنے کے لئے' اب وہ انقلاب کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی قوم کو تیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ افق پر سرخی کے عنوان سے جے وی پوار --- یوں بولتا ہے۔

یہ بھنچی ہوئی مٹھیاں اب نرم نہیں ہوں گی
آنے والا انقلاب اب تمہارا انتظار نہیں کرے گا
ہم نے بہت برداشت کیا ہے اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا
اب تم جنگ کے لئے اپنے خون کی پکار کو نہیں دبا سکتے
یہ ممکن نہیں
عرصہ ہوا انقلاب کے بیج بوئے جا چکے ہیں
اب کسی دھماکہ کے انتظار کی ضرورت نہیں
ایک مرتبہ افق پر سرخی آجائے
تو پھر دروازہ کھلا رکھنے میں کیا حرج ہے۔

اور اب نراد پیٹل کا عوامی گیت

اٹھو۔۔۔۔ لوگو۔۔۔۔ اٹھو! ذات پات کی زنجیریں توڑ دو
غلامی کی لاش اتار پھینکو۔ رکاوٹیں گرا دو
اٹھو لوگو
ہم مراٹھے ہوں' مہر ہوں' ہندو 'مسلمان' عیسائی ہوں' انسانیت ایک ہے۔
سب بھائی بھائی ہیں۔ یہ پانی کی ایک ایک بوند کے گرد کانٹے کیوں ڈال دیئے
گئے ہیں۔ لوگوں کو تھوکنے تک سے کیوں روکا جاتا ہے
مکار پنڈتوں کے ظلم کو جھٹک دو
لوگو اٹھو!
ذلت کے آنسوؤں نے تاریخ کے کنوؤں کو بھر دیا ہے
غیرت کا سورج بھڑک اٹھا ہے
ذات پات کو جلا دو
نفرتوں کو کچل دو۔ فنا کردو' مسمار کر دو
اٹھو لوگو!
وہ قدیم کلچر جو ہمارے سائے سے بھی پلید ہو جاتا ہے
تقدس کا وہ غلط تصور جس نے انسانیت کو کچل دیا تھا
وہ آتش فشاں "شودر لوگ" جسے گاؤں سے باہر پھینک دیا گیا تھا
بھڑک اٹھا ہے
اٹھو لوگو!

قارئین کرام! شاعر ارجن ڈانگلے کی نظم بھی ضرور ملاحظہ کرنی چاہیئے جس میں اس نے اپنی رسوائی کے ایک پہلو سے پلو ہٹایا ہے۔ اور پھر انقلاب کی بات کی ہے۔ وہ کہتا ہے!

ہم اس وقت بھی ان کے دوست تھے

جب مٹی کے برتن ہماری گردنوں سے لٹکے ہوتے تھے
ہمارے پہلو میں جھاڑو بندھی ہوتی تھی
ہم اونچے محلوں میں کام کرنے جاتے تھے
اور سب کو "جے ہو مائی باپ" کہتے جاتے تھے
ہم کووں سے لڑتے تھے (مردہ جانوروں کا گوشت کھانے کے لئے)
اور اپنی ناک کی غلاظت تک انہیں (کووں) کو نہ دیتے تھے
ہم گیدڑوں' کتوں' گدھوں اور چیلوں سے لڑتے
کیونکہ ہم ان کا حصہ کھا جاتے تھے
اب ہمیں نیچے سے اوپر تک ایک تبدیلی نظر آتی ہے۔
انقلاب کی فتح کے نعرے لگاؤ
فتح کے نعرے لگاؤ۔
ان نعروں کے جواب میں برہمن کہتا ہے
جلا دو---- ان کو جلا دو جو روایات کو توڑتے ہیں۔
مگر------- جے' وی پوار--- کہتا ہے!
میں چڑھتا ہوں
میں بپھرتا ہوں
میں بڑھتا ہوں تو مقبرے بنتے ہیں
ہوائیں' طوفان' آسمان' زمیں
اب سب میرے ہیں
بڑھتی ہوئی کشمکش میں اونچ نیچ میں جم کر کھڑا ہوں

کونسا انقلاب

قارئین کرام! ہندوستان کے کچلے ہوئے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ

انقلاب چاہتے ہیں یعنی حالات کی ایسی تبدیلی چاہتے ہیں۔ جہاں ان کو عزت ملے۔ یہ عزت انہوں نے سوشلزم اور کیمونزم میں بھی تلاش کی مگر نتیجہ کیا نکلا "دیو دھاسل" ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

اس دنیا کا سوشلزم
اس دنیا کا کیمونزم
اور ان کی تمام چیزیں
ہم نے ان کا تجربہ کیا
اور نتیجہ یہ نکلا
صرف ہمارا سایہ ہی ہمارے پاؤں کو ڈھانپتا ہے

مہربان چاند کی تلاش

ہر سو سے مایوس ہو کر۔ دلت لوگوں نے --- لگتا ہے --- محمد عربی ﷺ کے دیس ریگستان عرب کے رہنے والے عربوں کو مخاطب کیا ہے۔ جے وی پوار کہتا ہے

سمندر کا بھی کنارہ ہوتا ہے
میرے دکھوں کی کوئی حد نہیں
وہ جو ریت سے تیل نکالتے ہیں
انہیں کسی کے دکھ کا اندازہ کیوں نہیں
ہوا جو روز چلتی ہے
اس روز میرے کان میں چلائی
عورتوں کو ننگا کر دیا گیا
گاؤں میں ہڑتال ہے
مرد مارے گئے............

اور اب گیارہ جولائی ۱۹۷ء کو بمبئی میں اعلی ذات کے ہندوؤں نے شودروں کے خلاف مظاہرہ کیا۔ ان کے آنجہانی لیڈر ڈاکٹر امبیدکر کو گالیاں دیں تو شودروں نے بھی مقابلے کی ٹھانی مگر پولیس نے فائرنگ کرکے دس نوجوان ہلاک کردیئے یوں عوام اور پولیس شودروں پہ ملکر ظلم کے پہاڑ توڑتی ہے۔

الغرض------------- دلت مظلوم محمد عربی ﷺ کے نام لیواؤں کو آواز دے رہا ہے۔ کہ میرے دکھوں کا اندازہ کرو اور میری مدد کو پہنچو۔ یاد رہے! مہاراشٹر کے علاقے رتنا گری میں اس وقت اچھوتوں پر برہمنوں نے ظلم کے پہاڑ توڑے۔ فسادات اور بلووں میں ان کی عورتوں کو ننگا کیا۔ مردوں کو مارا کہ جب شہر کی ایک عام جھیل سے اچھوتوں کو پانی لینے سے روک دیا گیا۔ وہ نہ رکے تو فسادات شروع ہو گئے۔ روکا اس لئے گیا تھا کہ جہاں سے برہمن پانی لیں وہاں سے شودر لیں گے تو پانی بھرشٹ (ناپاک' پلید) ہو جائے گا۔ چنانچہ رد عمل میں شودروں نے جو خود بھی ہندو ہیں۔ ہندوؤں کے مذہب کی قانونی کتاب "منوسمرتی" کو جلا کر راکھ بنایا کہ ہم اس کتاب اور مذہب کو نہیں مانتے جو چھوت چھات کا درس دیتی ہے۔

آہ!---- جب مسلمان مظلوموں کی داد رسی کے لئے آگے نہ بڑھے تو ایک دلت خاتون مسز بنسودے "میری شکایت" کے عنوان سے کہتی ہے۔

میری شکایت!

پرانے رسم و رواج کے خلاف ہے
جنہوں نے ہمیں بند کمرے میں قید کر رکھا ہے۔
جنہوں نے ہمیں ٹھکرا کر زندگی کی خیرات دی ہے
جہاں کی فضائیں ہمیں اجنبی سمجھتی ہیں
جہاں برساتیں ہمارے لئے قحط لاتیں ہیں

جہاں پانی سراب دکھا کر
بے رحمی سے ہمارا مذاق اڑاتا ہے
ہم ٹھکراتے ہیں
اس غلیظ اور زہریلی زندگی کو
اور ان مصیبتوں سے نجات پانا چاہتے ہیں
کیا تم مجھے
ایک چمکتا ہوا چاند دو گے؟

اے اسلامیان عالم! ایک مظلوم عورت مہربان چاند مانگ رہی ہے۔ وہ ہستی کہ جسے عرش بریں کے مالک نے یوں مہربان کہا!

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ (الانبیاء 107)

ہم نے تو آپ ؐ کو تمام جہانوں کے لئے مہربان بنا کر بھیجا

جی ہاں---- یہ سراپا رحمت' رحیم و مہربان ہستی' ریت کے ٹیلوں کی اوٹوں سے نمودار ہوئی تو یثرب (مدینہ منورہ) کے باسیوں نے یوں استقبال کیا۔

طلع البدر علینا
چودھویں کا چاند ہم پر نمودار ہو گیا۔

چودھویں کا یہ چاند آج ایک دلت عورت مانگ رہی ہے۔ انڈیا کے ہندو ہم مذہبوں کی ایک خاتون چاند مانگ رہی ہے۔ اسی طرح جس طرح عیسائیوں کی ہم مذہب عورت کے باپ نے سپین میں چاند مانگا تھا اور چاند کا ایک ستارہ جس کا نام طارق تھا۔ کیسا اسم بامسمی تھا' وہ کہ جس کا معنی ہی چمکنے والا ستارہ ہے۔ وہ چمکا اور سپین روشن ہو گیا۔ ایسا ہی ایک ستارہ ہندوستان میں چاہئے جو چودھویں کے چاند سے روشنی لے کر چمکے اور ہندوستان کو روشن کر دے۔

اے مسلمانان عالم! بیدار ہو جاؤ۔ ستارے بن جاؤ۔ اس چاند کے جسے دنیا

مانگ رہی ہے۔ وہ چاند۔ جسے اہل یثرب نے چاند کہا۔ جسے بدر کا نام دیا۔

اے دلت لوگو! میرا' آپ کا اور دنیا کے ہر انسان کا وہ چاند محمد ﷺ ہیں کہ جنہوں نے فرمایا! مجھے جب تلاش کرنا ہو تو ؟ غریبوں کے محلے میں تلاش کیا کرو۔ (مشکواۃ)

آپؐ نے ذات پات کا بت یوں توڑا کہ اپنی سگی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح ایک غلام زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ کہاں قریش کا اعلیٰ خاندان بنو ہاشم اور کہاں غلام ؟ مگر روایات شکن عرب کے چاند ﷺ تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے کہ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نباہ نہ ہوا تو سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی۔اور پھر غلام کی مطلقہ کے ساتھ عرب کے چاند نے نکاح کر لیا۔

غرض--- وقت آگیا ہے کہ حقوق انسانی کے نام نہاد پردے چاک ہوں اور محسن انسانیت اور اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی عملی زندگی کو نمونہ بنایا جائے جو پوری انسانیت کو رنگ و نسل کے امتیاز سے آزادی کا سبق دیتی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کالے رنگ کے تھے مگر آپؐ کے محبوب ترین صحابی تھے۔ جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا سردار کہہ کر پکارتے تھے۔ صحیح بخاری کا یہ مستند واقعہ آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ شریف کے اندر جاتے وقت اپنے ساتھ کسی بڑے سردار کو نہ لیا بلکہ جنہیں اس موقع کے لئے اپنے ساتھ لیا وہ تھے کالے رنگ کے بلال رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہ جو کبھی غلام ہوا کرتے تھے۔ کلید بردار صحابی تو ساتھ تھے ہی آپؐ نے ان دو غلاموں کو ہمراہ لیا اور دروازہ بند کر دیا۔ اللہ کے حضور دو رکعت نماز ادا کر کے باہر نکلے تو تب سیدنا عمرؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہؓ۔ سیدنا بلالؓ کی طرف لپکے اور جگہ پوچھی جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے نماز ادا فرمائی یعنی ایک بڑے سردار کا بیٹا یوں سیدنا بلالؓ سے

پوچھ رہا تھا اور اعزاز کالے بلال رضی اللہ عنہ کو مل چکا تھا۔

اے ہندوستان کے دلت لوگو! اس چاند کے ستارے کشمیر کے افق سے نمودار ہو چکے ہیں۔ "بس اک ذرا صبر کہ جبر کے دن تھوڑے ہیں"

ویسے برہمن لیڈروں کو بھی اپنے تھوڑے دنوں کا احساس ہوگیا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اب ہندوستان کا سربراہ بے اختیار صدر نارائن کو بنایا ہے مگر ایسا ڈرامہ تو وہ ایک مسلمان ذاکر حسین اور سکھ گیانی ذیل سنگھ کو بھی صدور بنا کر رچا چکے ہیں مگر اس سے نہ کچھ مسلمانوں کو ملا اور نہ سکھوں کو اور نہ ہی شودروں کے ہاتھ کچھ آئے گا۔ ہاں البتہ مکار بنئے کو پراپیگنڈہ کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے گا کہ ہم اس قدر سیکولر ہیں کہ شودر کو بھی صدر بنا دیا ہے۔ تو جناب! اس مکاری سے بچئے اور......

آیئے! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کے سنگ ہو جایئے۔ دنیا میں بھی عزت پایئے اور جب اس دنیا سے مومن کی حیثیت سے جایئے تو یوں جایئے کہ پھر جنتوں میں شہزادگی کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی بسر کیجئے۔ اب اگلی دنیا میں جانے اور وہاں رہنے کا منظر ملاحظہ ہو۔ تاکہ آواگون کے پر ذلت نظریئے اور اسلام کے باعزت نظریئے کے مابین فرق واضح ہو۔

دنیا سے جاتے وقت آخرت میں مومن کا استقبال اور پروٹوکول کے مناظر

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں! انصاریوں میں سے ایک انصاری کا جنازہ پڑھنے کے لئے ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے۔ ہم قبر کے پاس پہنچے اور اس وقت قبر کی لحد نکالی جا رہی تھی۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبلے کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

مکمل خاموشی کے ساتھ۔ اللہ کے رسول کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک تنکا تھا' آپؐ اسے زمین پر مار رہے تھے۔ آپؐ کبھی تو آسمان کی جانب دیکھتے اور پھر زمین کی طرف۔ غرض آپؐ نے اپنی نظر کو تین بار اٹھایا اور نیچے کیا۔ پھر آپؐ نے دو بار یا تین بار فرمایا!

اللہ سے عذاب قبر کی پناہ مانگو

پھر تین بار فرمایا!

اے اللہ میں تجھ سے عذاب قبر کی پناہ مانگتا ہوں

پھر آپؐ نے فرمایا۔

بے شک مومن بندہ جب دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور آخرت میں جا رہا ہوتا ہے تو اس کی جانب آسمان سے فرشتے اترتے ہیں۔ ان کے چہرے سفید ہوتے ہیں۔ اس قدر کہ گویا وہ سورج ہیں ان کے پاس جنت کی پوشاکوں میں سے پوشاک ہوتی ہے۔ اور جنت کی خوشبویات میں سے خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ پھر وہ اس بندہ مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں وہ اتنی تعداد میں ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر جاتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت یعنی موت کا فرشتہ آتا ہے وہ "بندہ مومن" کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے۔

اَیَّتُهَا النَّفسُ الطَّیِّبَةُ

ایک دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں۔

اَلمُطمَئِنَّةُ اُخرُجِیْ اِلَی مَغفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضوَانٍ

اے پاکیزہ اور اطمینان بخش روح نکل۔ (یہاں سے) اور اللہ کی بخششوں اور رضا مندیوں کی جانب چل۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ پھر وہ روح اس طرح نرمی سے بہہ ٹپکتی ہے' جس طرح کہ پانی کی مشک میں سے قطرہ بہہ ٹپکتا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ کہ جب یہ روح اس طرح سے

نکل پڑتی ہے تو آسمان اور آسمان و زمین کے درمیان ہر فرشتہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے۔ تب اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے سے یہ کھڑے فرشتے اللہ سے دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ روح ان کی جانب سے پرواز کرے۔ پھر جب ایک فرشتہ اس روح کو پکڑتا ہے تو اس کے ہاتھ میں وہ روح ایک سیکنڈ بھی نہیں رہتی۔ یہ معاملہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے کہ پھر اس روح کو لے لیا جاتا ہے اور اسے جنت کی پوشاک اور خوشبوؤں میں رکھ لیا جاتا ہے۔ اس روح پر گزرنے والے یہی وہ لمحات ہیں کہ جن کی جانب اللہ نے اپنے قرآن میں یوں ارشاد فرمایا۔

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ۝ (الانعام 61)

ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس روح کو لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے اور پھر تو —۔ اس روح سے کستوری کی ایسی خوشبوئیں نکلتی ہیں کہ جو اس روئے زمین پر سب سے عمدہ کستوری پائی جاتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا پھر اس روح کو لے کر فرشتے اوپر چڑھتے ہیں اور جب وہ فرشتوں کے کسی بھی گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔

یہ عمدہ روح کس کی ہے ؟

تب فرشتے جواب دیتے ہیں۔

یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔۔۔۔اور وہ اس نام سے تعارف کرواتے ہیں کہ جو ۔اس کا دنیا میں سب سے اچھا نام معروف تھا۔ پھر وہ آسمان دنیا تک اس روح کو لے جاتے ہیں تو پہلے آسمان سے اوپر چڑھنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ پھر ان کے لئے اس پہلے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور یہ جونہی پہلے آسمان میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے تمام مقرب فرشتے اکراماً ساتھ ہو جاتے ہیں اور پھر اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے ساتھ ہوتے جاتے ہیں' حتی

کہ ساتویں آسمان پر جا چڑھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دیتے ہیں۔

اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ

میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو۔

اور جہاں تک اس " علیین " کا تعلق ہے تو اس کا تعارف اللہ نے اپنی کتاب میں یوں کرایا ہے۔ فرمایا!

وَمَا اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ۞ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ ۞يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۞

(المطففین 19-21)

تمہیں کیا معلوم کہ وہ علیین کیا ہے۔ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جس پر مقرب فرشتے حاضرباش ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس روح کا اعمالنامہ علیین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے۔ (فرشتو) اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے اس مٹی سے ان کو پیدا کیا تو اس میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے انہیں دوسری بار اٹھا کھڑا کروں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس روح کو زمین کی طرف واپس کیا جاتا ہے اور اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ فرمایا!

پھر جب اس شخص کے ساتھی ۔قبرستان سے جانے لگتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے جو بڑے سخت ڈانٹ ڈپٹ والے ہوتے ہیں وہ آتے ہیں اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔

مَنْ رَّبُّكَ

تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے

رَبِّيَ اللّٰهُ

میرا رب اللہ ہے
پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں
مَادِيْنُكَ
تیرا دین کیا ہے؟
وہ کہتا ہے
دِيْنِيَ الاِسْلاَمُ
میرا دین اسلام ہے
پھر وہ اسے کہتے ہیں۔
وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟
وہ کہتا ہے! وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں
پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں
وَمَا عَمَلُكَ
تیرا عمل کیا ہے؟
وہ جواب دیتا ہے۔
میں نے اللہ کی کتاب پڑھی پھر اس پر ایمان لایا' اسے سچا جانا۔
تیرا رب کون ہے' تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ ۔غرض یہ ہے وہ آخری آزمائش جو مومن پر وارد ہوتی ہے اس کے بارے میں ہی اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِيْ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الاٰخِرَةِ۞(ابراهيم27)
اللہ قول ثابت کے ساتھ ایمانداروں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم کر دیتا ہے۔
تو جب مومن یہ جواب دے دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے' میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں تو آسمان میں اعلان کرنے والا آواز دیتا ہے۔

میرے بندے نے سچ کہا۔۔ اس کے لئے جنت کے بستروں میں سے بستر لگا دو۔ جنت کے لباسوں میں سے اس کو لباس زیب تن کر دو اور جنت کی جانب اس کے لئے دروازہ کھول دو فرمایا! پھر اس کے پاس جنت کی بہاریں اور خوشبوئیں آ جاتی ہیں اور جہاں تک اس کی آنکھ دیکھتی ہے' وہاں تک اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ پھر ایک خوبصورت چہرے والا آدمی بن کر اس کے پاس آتا ہے کہ جس کے کپڑے عالی شان ہوتے ہیں اور اس سے عمدہ ترین خوشبوئیں آ رہی ہوتی ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ خوشخبری ہو اس نعمت کی جو تجھے خوش کرے۔ خوش ہو جا! اللہ کی جانب سے رضا مندیوں کے ملنے پر اور ایسے باغات پر کہ جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ تیرے لئے آج کا دن وہ دن ہے کہ جس کا تجھ سے عہد کیا گیا تھا۔ یہ سن کر وہ بندہ کہتا ہے آپ کے لئے بھی ایسا ہی ہو' اللہ آپ کو بھی بھلائیوں کی خوشیاں دکھائے۔ یہ تو بتائیے آپ ہیں کون؟ آپ کا چہرہ ایسا چہرہ ہے کہ جو خیر وبرکت لایا ہے۔ اسے وہ (اپنا تعارف کراتے ہوئے) کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں۔

اللہ کی قسم! جو میں تیرے بارے میں جانتا ہوں' وہ یہی ہے کہ تو اللہ کی اطاعت بجا لانے میں بڑا تیز تھا۔ جبکہ اللہ کی نافرمانی میں تو بڑا ہی سست تھا۔ اللہ تجھے اچھی جزاء عطا فرمائے۔

پھر اس کے لئے جنت کی جانب سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ایک جہنم کی جانب سے کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا' اب اللہ نے تجھے اس جہنم کے بجائے یہ جنت عطافرما دی ہے۔ پھر جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ میرے رب۔ قیامت جلدی قائم کر۔ تاکہ میں اپنے اہل وعیال اور اموال کی طرف لوٹوں تو اسے جواب دیا جاتا ہے' ابھی اپنے اسی ٹھکانے میں قیام کر۔

کافر اور فاجر کی گرفتاری کے کربناک لمحات

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور جو کافر شخص ہے۔ ایک روایت میں فرمایا اور جو فاجر انسان ہے۔ جب وہ دنیا سے قطع تعلق اور آخرت کی جانب جانے والا ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو بڑے سخت دل اور شدت و سختی والے ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے کالے سیاہ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جہنم کا لباس ہوتا ہے۔ پھر وہ حد نگاہ تک اس شخص کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر موت کا فرشتہ آتا ہے اور وہ اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے پھر وہ کہتا ہے۔

اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ

اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل۔ فرمایا کہ پھر تو وہ روح اس کے پورے جسم میں پھیل جاتی ہے۔ تب "ملک الموت" اس روح کو اس طرح کھینچتا ہے۔ جیسا کہ بہت ساری کانٹے دار شاخوں پر پھیلے، بھیگے ہوئے اونی کپڑے کو کھینچا جائے تو ان کانٹوں کے ساتھ وہ دھاگے چڑ مڑ ہو جاتے ہیں۔ -یوں جب روح کو موت کا فرشتہ کھینچ لیتا ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان اور آسمان میں جو بھی فرشتہ ہوتا ہے وہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور پھر ہر دروازے کے فرشتے اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اس روح کا روٹ ان کی جانب نہ ہو تو موت کا فرشتہ جب اس روح کو لیتا ہے اور جونہی پکڑتا ہے تو پلک جھپکتے جتنی دیر بھی اس کے ہاتھ میں اس روح کو نہیں رہنے دیا جاتا کہ وہ اسے جہنمی لباس میں داخل کر دیتے ہیں اور پھر اس سے اس قدر گندی بدبو خارج ہوتی ہے جیسی کہ روئے زمین پر کسی گندے ترین مردار کی پائی جاتی ہے۔ پھر اسے لے کر فرشتے اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں

کے جس گروہ پر سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں۔ کون ہے یہ خبیث روح؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں بیٹا بن فلاں کا ہے اور دنیا میں اس کا جو سب سے گندا نام ہوتا ہے وہ لے کر پکارا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ آسمان دنیا کے قریب پہنچتے ہیں تو وہ اس سے اوپر جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں مگر اس روح کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۝ (الاعراف40)

ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں اس وقت تک داخل ہو سکیں گے جب تک کہ اونٹ--- سوئی کے سوراخ میں سے گزر نہ جائے۔

اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے۔ اس کا اعمال نامہ سجین میں لکھ دو۔ زمین میں سب سے نیچے۔ پھر کہا جائے گا میرے بندے کو زمین کی طرف واپس لوٹا دو کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں نے اسی سے ان کو پیدا کیا۔ اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی زمین سے ہی ان کو دوسری بار نکالوں گا۔

پھر اس کی روح آسمان سے پٹخ کر پھینک دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے جسم میں جا پڑتی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۝ (الحج 31)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا پھر اسے پرندوں نے نوچ لیا یا اسے آندھی نے دور دراز جگہوں میں بکھیر دیا۔ تو اب اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی گئی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا پھر وہ اپنے جاتے ہوئے ساتھیوں کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے اور ادھر دو فرشتے جو سخت ڈانٹ ڈپٹ والے ہوتے ہیں پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔

تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے ہا ہا مجھے تو معلوم نہیں

پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں

تیرا دین کیا ہے ؟

وہ کہتا ہے ہا ہا مجھے تو یہ معلوم نہیں

پھر وہ سوال کرتے ہیں۔

اچھا تو پھر اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا؟

اب صورت حال یہ ہے کہ یہ تو ان کے نام کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔ پھر اسے بتایا جاتا ہے کہ ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ ہا ہا۔ مجھے تو اس کا بھی پتہ نہیں۔ بس لوگوں سے سنا کہ وہ کچھ ایسا کہا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر اسے کہا جائے گا۔

لَادَرَیْتَ وَلَاتَلَوْتَ

نہ تو نے عقل سے کام لیا اور نہ ہی قرآن پڑھا

تب آسمان سے آواز دینے والا اعلان کرے گا۔

یہ جھوٹا ہے' اس کے لئے آگ کا بستر لگا دو۔ اس کے لئے جہنم کی جانب سے ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کے پاس جہنم کی جانب سے اس کی تپش اور جھلسا دینے والی لو آنا شروع ہو جائے گی اور اس پر اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جائے گی کہ اس کی دونوں جانب کی پسلیاں ایک دوسری میں پیوست ہو جائیں گی۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ پھر ایک انتہائی بد شکل انسان بن کر اس کے سامنے آئے گا۔ جس کا لباس بڑا ہی مکروہ ہو گا بدبوئیں اس سے آ رہی

ہوں گی اور وہ کہے گا۔

خوش ہو جا اس عذاب کے ساتھ کہ جس نے تیرا یہ حال کر دیا۔ یہ ہے وہ دن کہ جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا ۔یہ سن کر وہ کہے گا تیرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو۔ اللہ تجھے بھی ایسے ہی عذاب کی خوشخبری دے۔ تو ہے کون؟ تیرا چہرہ' وہ چہرہ ہے۔ کہ جو برائی لے کر آیا ہے۔ تب وہ کہے گا میں تیرا ہی خبیث عمل ہوں۔ اللہ کی قسم ہے میں تیرے بارے یہی جانتا ہوں کہ تو اللہ کی اطاعت میں بڑا ست رفتار تھا جبکہ اللہ کی نافرمانی میں بڑا تیز رفتار تھا اللہ تجھے برا ہی بدلہ دے۔

پھر اس پر اندھا بہرہ اور گونگا جلاد مسلط کر دیا جائے گا۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہو گا کہ اگر وہ جلاد اس گرز کو پہاڑ پر مارے تو وہ مٹی بن جائے گا۔ پھر اللہ اسے اسی طرح کر دے گا جیسا کہ وہ تھا۔ پھر وہ جلاد اس روپ میں دوسری ضرب لگائے گا تو وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ جسے جنوں اور انسانوں کے سوا ہر چیز سنے گی۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور آگ کے بچھونوں میں سے اس کے لئے بستر لگا دیا جائے گا پھر وہ کہے گا۔

میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔ کیونکہ قیامت کے بعد جو کافر ہیں ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا اعلان کر دیا جائے گا اور جو مومن ہیں ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہنے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور یوں اہل جنت خوشیاں منائیں گے اور کافر روئیں' پیٹیں گے۔

آواگون کے بارے میں وید کیا کہتی ہے

ہندوؤں سے جب ہم نے یہ سوال کیا کہ اگر جزاء اور سزا کے لئے اسی دنیا میں بار بار مختلف روپوں میں پیدا ہونا ہے تو پھر تمہاری مذہبی کتابوں میں

سورگ اور نرک (جنت اور جہنم) کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح یم دوت (موت کا فرشتہ) اور پرلوک (آخرت) کا معنی کیا ٹھہرا؟ اس پر ان لوگوں نے تاویلیں تو کیں مگر ایسا مناسب جواب کہ جس سے دل مطمئن ہو جائے وہ کوئی نہ دے سکا۔

ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب "وید" ہے۔ وید کی اصل زبان سنسکرت ہے۔ وہاں سے ہندو پنڈتوں نے جس لفظ سے آواگون کا نظریہ اختیار کیا وہ ہے "پنر جنم" مگر یہ لفظ آواگون کے نظریے کی تردید کرتا ہے نا کہ تائید--- سنسکرت میں "پنر" یا "پنہ" کا معنی ہے دوبارہ یا دوسری مرتبہ اسی سے "پنر جنم" کے لفظ کا مطلب ہوا۔ دوسرا جنم' دوسری زندگی یا دوبارہ زندگی۔ غرض اس سے تو آخرت کی زندگی ثابت ہوتی ہے نا کہ بار بار پیدا ہونے کی آواگون کی تھیوری ثابت ہوتی ہے۔

قارئین کرام! ہم نے مندرجہ بالا تحقیق ہندو مت پر سالہا سال تحقیق کرنے والے انڈیا کے شہر رام پور کے رہنے والے جناب شمس نوید عثمانی صاحب کی کتاب "اگر اب بھی نہ جاگو گے تو" سے اخذ کی ہے۔ وہ ایک ہندو عالم "سانکر تیائن" کی کتاب "درشن وگدرشن" کے حوالے سے لکھتے ہیں!

قدیم ہندوستانی ادب میں "چھاندوگیہ" (ہندو عالم) ہی نے سب سے پہلے " پنر جنم" یعنی دوسری دنیا میں ہی نہیں۔ اس دنیا میں بھی اعمال کے مطابق جاندار جنم لیتا ہے۔ کی بات کہی۔ شاید اس وقت پچھلے مبلغین نے یہ نہ سوچا ہو کہ جس اصول کی وہ تبلیغ کر رہے ہیں وہ آگے کتنا خطرناک ثابت ہو گا۔

غرض آواگون کے نظریہ کو جھٹلاتے ہوئے ایک دوسرے ہندو عالم شری سیتہ پرکاش ودھیارلنکار اپنی کتاب "آواگون" میں لکھتے ہیں!

"ویدوں میں آواگون کا اصول نہیں ہے۔ اس بات پر تو میں جوا بھی کھیل سکتا ہوں"

قارئین کرام! اگلی دنیا میں انسان کس طرح پہنچتا ہے۔ "اتھروید" میں اس کا بھی تذکرہ ہے۔ اور اس بات پر بھی غورو فکر کی دعوت ہے کہ وید کا یہ اشلوک اسلامی نکتہ نظر سے کس قدر ہم آہنگ ہے۔

غرض یہ اشلوک اپنے ماننے والوں کو جس تصور کا سبق دیتا ہے وہ یہ ہے۔

جو لوگ (ایشور کے بارے میں صحیح) علم رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں سے پہلے۔ زندگی عطا کرنے والی سانس لے کر۔ اس (موجودہ) جسم سے نکل کر---- آسمان میں پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ جن راستوں سے دیوتاؤں نے سفر کیا تھا۔ ان سے گزرتے ہوئے سورگ (جنت میں) پہنچ جاتے ہیں۔

جنت اور جہنم کا ویدک تصور

یہ بات ثابت ہو چکی کہ آواگون وید سے ثابت نہیں بلکہ یہ نظریہ تو وید کے مخالف ہے۔ اسی طرح جنت اور جہنم کے بارے میں بھی ہندو پنڈت اور علماء اس قدر مختلف اور متضاد باتیں کرتے ہیں کہ کسی کے پلے کیا پڑے گا۔ خود ان کے اپنے پلے بھی کچھ نہیں پڑتا۔ حیرانی ہوتی ہے جب "وید" کو دیکھا جاتا ہے تو وہاں جنت اور جہنم کے بارے میں قدرے واضح تصور موجود ہے جو اسلامی نکتہ نظر کے قریب ہے۔ اب ملاحظہ ہو جنت کے بارے میں "وید" کی وضاحت۔

"رگ وید" میں ہے۔ تم وہاں اپنی صداقت کی مدد سے اس مقام کو دیکھنا جو انتہائی وسیع النظر ہے۔

"اتھر وید میں ہے---- تم دونوں شوہر و بیوی میرے پاس صف بستہ کھڑے ہو جاؤ۔ وفادار اس جنت کی دنیا میں پہنچائے جاتے ہیں۔

"رگ وید" میں ہے--- تمہارے پیروکار اپنے صدقات کے ذریعے ایشور (اللہ) کی خدمت کریں گے اور اس کے علاوہ تم جنت کی خوشیوں سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔

"اتھروید" میں ہے۔ پاک کرنے والے کے ذریعہ پاک ہو کر ایسے جسم کے ساتھ جس میں ہڈیاں نہ ہوں گی۔ وہ درخشاں اور منور ہو کر روشنیوں کی دنیا میں پہنچتے ہیں۔ ان کے مردہ جسموں کو آگ نہیں جلاتی۔ جنت کی دنیا میں ان کے لئے بڑی لذتیں ہیں۔

"اتھروید" میں ہی دوسری جگہ جنت کے مناظر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شہد کے کناروں اور مکھن سے بنی نہریں جو شراب' دودھ ' دہی اور (شفاف) پانی سے لبریز ہوں گی اور (اس کے) چشمے جنت کی دنیا میں تجھ تک پہنچیں گے۔ کنول کے پھولوں سے بھری ہوئی پوری پوری جھیلیں تیرے پاس آئیں گی۔

قارئین کرام! اور اب آیئے دوزخ کے بارے میں ہندوؤں کی مذہبی کتابیں دیکھیں کہ وہ کیا کہتی ہیں۔ "شری مدھ بھاگوت پران" میں ایک جہنمی کی سزا کا یوں تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہاں (دوزخ) میں اس کے جسم کو بھڑکتی ہوئی لکڑیوں کے بیچ میں ڈال کر جلایا جاتا ہے۔ کہیں خود اور کہیں دوسروں کے ذریعے کاٹ کاٹ کر اسے اپنا ہی گوشت کھلایا جاتا ہے۔ موت کی دنیا کے کتوں یا گدھوں کے ذریعہ جیتے جی اس کی آنتیں کھینچی جاتی ہیں۔ سانپ بچھو وغیرہ ڈسنے والے اور ڈنک مارنے والے جانداروں سے جسم کو اذیت پہنچائی جاتی ہے۔

جسم کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں۔ ہاتھیوں سے اس کی چیر پھاڑ کروائی جاتی ہے۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے گرایا جاتا ہے۔ پانی یا گڑھے میں ڈال کر بند کیا جاتا ہے۔ یہ سب سزائیں اور اسی طرح کی "اندھ تمس" اور

"رو رو" نامی دوزخوں کی اور بھی بہت سی عقوبتیں "عورت ہو یا مرد" اس روح کو زندگی میں ہونے والے گناہ کے باعث بھگتنا ہی پڑتی ہے۔

قارئین کرام! مدھ بھگوت پران میں دوزخیوں کی قسمیں اور اس کے مختلف درجوں کا ہونا ثابت کر دیا گیا۔ جب کہ اسلام بھی یہی تصور دیتا ہے۔ اسی طرح آگ کے عذاب کے ساتھ ساتھ پانی یا اس جیسے گڑھے میں ڈال کر بند کر دینے کی جو بات ہے تو رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے آگ کے عذاب کے ساتھ ساتھ سردی کے عذاب کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ مزید براں دنیا کے گناہ کے بدلے مندرجہ بالا سزا کا جو تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سے آواگون کے نظریے کی تردید ہوئی۔ جس کے مطابق مختلف جسموں میں سزا بھگت کر بالاخر آدمی اللہ میں شامل ہو کر نجات پا جاتا ہے------ تو بھگوت پران نے بات واضح کر دی کہ اس دنیا کے گناہوں کی سزا جہنم میں ملے گی۔ اسی طرح "رگ وید" میں ہے!

جو گناہ گار ہیں ان کے لئے یہ اتھاہ گہرائی والا مقام وجود میں آیا ہے۔

اب غور فرمائیں وہ گناہ گار جو نفاق کو اختیار کرتے ہوئے-- منافق بن جاتے ہیں۔ ان کے لئے قرآن نچلے درجے کی سزا کا یوں تذکرہ کرتا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (النساء 145)

بلاشبہ منافق جہنم کے نچلے طبق میں ہوں گے۔

غرض آواگون کے تصور کی بجائے ہندوؤں کی کتابوں سے جو جنت اور جہنم کا واضح تصور ملتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتوں نے تحریفیں کر کے اور تبدیلیاں کر کے انہی کتابوں میں آواگون وغیرہ کے تصورات داخل کر دیئے۔ تاہم پھر بھی ڈھونڈنے والے کو حقیقت نظر آ ہی جاتی ہے۔ "رگ وید" میں ہی آخرت کے بارے میں دو واضح اشلوک اب ملاحظہ ہوں!

"وہ یوم آخر کو بھلا کر اور علم و حکمت کو حقارت سے ٹھکرا کر ہماری مقرر

کردہ حدود کو پکڑ رہے ہیں۔ (یعنی پھلانگ رہے ہیں) "رگ وید" ہی کا اگلا اشلوک بھی ملاحظہ ہو' جو بہت واضح ہے۔ "نمسکار کرنے والے لوگوں سے کہو تمہیں پھر سے دائمی عمر اور ہمیشہ کی زندگی حاصل ہونا یقینی ہے"

قارئین کرام! ہمیشہ کی وہ زندگی اور دائمی عمر جو جنت یا جہنم میں بسر ہو گی۔ ان کے مناظر ملاحظہ ہوں تو قرآن کا مطالعہ کیجئے۔ حدیث رسول ﷺ کو پڑھئے۔ جنت کا نظارہ کرنا ہو تو سورۃ رحمان جو قرآن کی دلہن ہے۔ اس کے چہرے سے نقاب اٹھایئے اور وید کے لطف اٹھایئے--- ہندو دوستو! تمہاری ویدوں میں تبدیلیاں ہو چکیں' جنت کے نظارے ملاحظہ کرنا ہوں تو وہ نظارے جو پنڈتوں نے تمہاری نگاہوں سے اوجھل کر دیئے۔ انہیں قرآن میں دیکھئے۔ ایمان لایئے اور مرنے کے بعد اس جنت میں داخل ہو جایئے۔

راز آشکار ہوتا ہے

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندو پنڈتوں میں ایک راز کی بات ہے جسے وہ "ان کہی" کہتے ہیں یہ نہ کہنے والی بات یعنی "ان کہی" وہ پنڈت نزع کے وقت مرنے والے کے کان میں کہتے ہیں۔ اسے وہ مسلمانوں اور عام ہندوؤں سے چھپاتے ہیں۔ شمسی نوید عثمانی صاحب نے اپنی کتاب "اگر اب بھی نہ جاگو گے تو" میں بتلایا ہے کہ مغل حکمران اکبر کے دور میں ایک برہمن نے "ان کہی" کے الفاظ کہہ ڈالے تھے۔ یہ الفاظ اتھرووید میں بھی موجود ہیں۔ الفاظ اس طرح ہیں۔

لا الہ ہرنی پاپن الا لمبا پرم پدم
جنم بیکیسھ پراب ہوتی تو جپے نام محمدم

ترجمہ۔ لا الہ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں
"الا اللہ" کہنے سے پرم پدری (امامت عالم) مل جاتی ہے۔ اگر ہمیشہ کی

بہشت چاہتے ہو تو محمد کا نام لو۔

ہندوؤں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جنہیں اپنے نبی کی کچھ خبر نہیں وہ یہ تو دعوی کرتے ہیں کہ وید کی کتابیں الہامی ہیں مگر وہ کس نبی پر نازل ہوئیں اس سے وہ بے خبر ہیں۔

مگر اس آخری نبی سید الانبیاء محمد ﷺ کا نام اور صفات تو ان کی کتابوں میں آگئیں اور "ان کہی" میں بھی محمد ﷺ کا نام آگیا۔ چنانچہ ہندوؤں کو---- اس آخری نبی کو مان لینا چاہئے کیونکہ آخری نبی ﷺ کو ماننے سے انہیں باقی سارے نبی مل جائیں گے۔

برصغیر میں آج جو پچاس کروڑ مسلمان ہیں ان میں تھوڑے سے مسلمان چھوڑ کر باقی سب ہندوؤں سے ہی مسلمان ہوئے ہیں۔ ۳۵ کروڑ شودر جو نام کے ہندو ہیں۔ ان کو ہندو ازم کی حقیقت اور ویدوں میں جو آخری نبی ﷺ کے بارے میں پیش گوئیاں ہیں ان کا پتہ چل جائے--- اور اس کے ساتھ ہی اڑھائی فی صد برہمنوں کا اقتدار ان پر سے ختم ہوجائے--- تو سارا برصغیر مسلمان ہونے کو تیار بیٹھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں جو علیحدگی کی تحریکیں عروج پر ہیں اور اس کے ساتھ ہندو متعصب تنظیمیں بھی سرگرم ہیں۔ بی جے پی بھی ہندووانہ مذہبی سیاست کرتے ہوئے کھل کر سامنے آچکی ہے۔ مجاہدین کا جہاد بھی کشمیر اور جموں میں عروج پر ہے تو دکھائی یہ دے رہا ہے کہ انڈیا کا مستقبل بہرحال اس کا بکھرنا ہے اور بکھرنے کے بعد اس کے دھرم کو بھی بکھرنا ہے۔ جس روز یہ بکھرے گا۔ اس روز پھر وہ سماں بندھے گا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ بس یہ وقت اب آیا ہی چاہتا ہے۔ ان شاء اللہ

ہندوازم سے متعلق تین کتابوں کا

دعوتی سیٹ

سندھ کے علاقے "تھر" کے دورہ کے بعد جب ہندو دھرم اور کالکی اوتار سے متعلق مدیر مجلّہ
الدعوۃ کی تحریریں مجلّہ کے صفحات پر شائع ہوئیں تو بہت سے ہندوؤں نے مجلّہ لگوانے کیلئے رابطہ
کیا، تلاش و تجسّس کا ایک جذبہ پیدا ہوا۔ اسکے بعد ابن اکبر الاعظمی حفظہ اللہ کی تحریریں
شائع ہوگئیں چنانچہ "تھر" کی زمین میں ہندوؤں کے اندر اور زیادہ ارتعاش پیدا ہوا حتیٰ کہ شودروں
نے سوچنا شروع کر دیا کہ ہم کیوں شودر بنیں اور پھر پڑھے لکھے شودر برہمن پنڈتوں سے بحثیں کرنے لگے۔
چنانچہ برہمنوں نے اب اپنے تحفظ کیلئے پمفلٹ اور کتابیں لکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب یہ کام ہو رہا
ہے لیکن ہنوز جواب نہیں دیا جا سکا..... بہر حال دعوت کے اس کام کو پھیلانے کیلئے اب تین کتابیں
پیش کی جا رہی ہیں جن میں بڑے مفید اضافے کئے گئے ہیں... اس سیٹ کی پہلی کتاب "ہندو دھرم"
ہے یعنی آپ ہندوؤں کو اسلام کی دعوت کا حقہ نہیں دے سکتے جب تک کہ آپ ان کے دھرم
(مذہب) سے آگاہ نہ ہوں۔ چنانچہ "ہندو دھرم" میں آپ کو ہندو مذہب سے واقفیت ہوگی۔
اسی طرح اس سیٹ کی دوسری کتاب "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہندو کتابوں میں"
ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس میں ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے آخری رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ دعوت دینے کیلئے یہ کتاب آپ پڑھ کر دعوت دے سکتے ہیں
اسی طرح اس سیٹ کی تیسری اور آخری کتاب "سینڈ وچ" ہے۔ وہ ظالم برہمن ہندو حکمران جو
دعوتِ اسلام قبول کرنا تو درکنار کشمیر اور انڈیا کو ظلم کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا گھیراؤ
کس طرح کیا جائے اور کس طرح ہو رہا ہے... ان حقائق کو ملاحظہ کرنے کیلئے اور اپنے اندر جرأت
پیدا کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ یوں یہ سیٹ ایک بہترین دعوتی
سیٹ ہے۔ اللہ کی مدد سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

برائے رابطہ